سرکاری رپورٹ

نواں بجٹ اجلاس

چوتھی بلوچستان صوبائی اسمبلی

کارروائی اجلاس

منعقدہ پنجشنبہ مورخہ ۱۵ جون ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۰ ذیقعد ۱۴۰۹ھ

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۱	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	۱
۲	موجودہ اجلاس کے لیے چیئرمینوں کے پینل کا تقرر	۲
۳	رخصت کی درخواستیں۔	۳
۴	بجٹ بابت سال ۱۹۸۹ء-۹۰ اور ضمنی بجٹ بابت سال ۱۹۸۸ء-۸۹ - وزیر خزانہ کی تقریر	۸

جلد پنجم

شمارہ اول

بلوچستان صوبائی اسمبلی

جناب اسپیکر — میر محمد اکرم بلوچ
جناب ڈپٹی اسپیکر — عنایت اللہ خان بازئی

افسران اسمبلی

۱۔ سیکریٹری اسمبلی ——— مسٹر اختر حسین خان
۲۔ جائنٹ سیکریٹری اسمبلی ——— مسٹر محمد حسن شاہ
۳۔ ڈپٹی سیکریٹری I ——— مسٹر محمد افضل

صوبائی کابینہ کے اراکین

(۱)	نواب محمد اکبر خان بگٹی	وزیر اعلیٰ (قائد ایوان)
(۲)	مولوی عصمت اللہ	وزیر خزانہ (سینئر وزیر)
(۳)	سید عبدالرحمان آغا	وزیر آبپاشی و برقیات
(۴)	مولانا غلام مصطفےٰ	وزیر تعلیم
۵۔	میر ہمایوں خان مری	وزیر مواصلات و تعمیرات
۶۔	جام میر محمد یوسف	وزیر صنعت و حرفت تجارت و معدنیات
۷۔	سردار محمد طاہر خان لونی	وزیر جنگلات و تحفظ حیوانات

۸ ۔	سردار بشیر احمد خان ترین	وزیر زکوٰۃ و سماجی بہبود حج و اوقاف
۹ ۔	مولانا عبدالسلام	وزیر پبلک ہیلتھ انجنیئرنگ
۱۰ ۔	مولانا نور محمد	وزیر بلدیات
۱۱ ۔	ڈاکٹر عبدالمالک	وزیر صحت
۱۲ ۔	میر طارق محمود کھیتران	وزیر خوراک و ماہی گیری
۱۳ ۔	سعید احمد ہاشمی	وزیر قانون و زراعت
۱۴ ۔	میر عبدالمجید بزنجو	وزیر مال ۔

صوبائی اسمبلی کے دیگر اراکین کی فہرست

۱ ۔ سردار چاکر خان ڈومکی

۲ ۔ میر ظہور حسین کھوسہ

۳ ۔ سردار محمد اختر مینگل

۴ ۔ مسٹر محمد ایوب بلوچ

۵ ۔ مولوی فیض اللہ اخوند زادہ

۶ ۔ مولوی جان محمد

۷ ۔ مولوی محمد اسحٰق خوستی

۸ ۔ مولانا محمد عطااللہ

۹ ۔ حاجی عبید محمد لونتیزئی

۱۰ ۔ ملک محمد سرور خان کاکڑ

۱۱۔ میر جان محمد خان جمالی
۱۲۔ مسٹر محمد صالح بھوتانی
۱۳۔ میر دوست محمد محمد حسنی
۱۴۔ سردار ثناء اللہ زہری
۱۵۔ میر ذوالفقار علی مگسی
۱۶۔ نواب محمد اسلم رئیسانی
۱۷۔ میر محمد ہاشم شاہوانی
۱۸۔ مسٹر حسین اشرف
۱۹۔ سردار محمد خان باروزئی
۲۰۔ مسٹر نور محمد صراف
۲۱۔ مسٹر محمد صادق عمرانی
۲۲۔ میر صابر علی بلوچ
۲۳۔ میر ظفر اللہ خان جمالی۔
۲۴۔ مسز کملا حکیم لچھمن داس (خاتون مخصوص نشست)
۲۵۔ مسز رفیعہ رب (" " ")
۲۶۔ مسٹر ارجن داس (ہندو اقلیتی مخصوص نشست)
۲۷۔ مسٹر بشیر مسیح (مسیحی اقلیتی مخصوص نشست)
۲۸۔ مسٹر فریدون آبادان فریدون (پارسی اقلیتی نشست)

چوتھی بلوچستان صوبائی اسمبلی کا نواں / بجٹ اجلاس

مورخہ ۱۵ جون ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۰ ذلیقعد ۱۴۰۹ھ بروز پنجشنبہ زیر صدارت اسپیکر جناب محمد اکرم بلوچ شام پانچ بجے صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

از

مولوی عبدالمتین اخوندزادہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۔ وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۔ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ الْکَرِیْمُ وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ترجمہ :- جن لوگوں نے کفر کیا اور ان کے پاس روئے زمین کے تمام خزانے اور ان سب مال و متاع اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہوتا کہ قیامت کے روز عذاب کے عوض بدلہ دے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ ہر چند چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں مگر اس سے نہیں نکل سکیں گے۔ اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے اور جو کوئی چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دو وہ ان کی چوری کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے۔ اور اللہ زبردست صاحب حکمت ہے اور جو کوئی گناہ کے بعد توبہ کرے اور نیک کردار ہو جائے تو اللہ اس شخص کو معاف کر دے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین پر اللہ ہی کی حکمرانی ہے جس پر چاہے عذاب نازل کرے اور جسے چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وما علینا الا البلاغ ۔

میر ظفر اللہ خان جمالی ۔

جناب اسپیکر ، ایک منٹ میں آپکی توجہ ایک معاملے کی طرف دلانا چاہتا ہوں ۔

جناب اسپیکر ۔

آپ تشریف رکھیں ۔ اب چیئرمینوں کے پینل کا اعلان ہوگا ۔ اس کے بعد رخصت کی درخواستیں پیش ہونگی ۔ پھر آپ بول سکتے ہیں ۔

موجودہ اجلاس کیلئے چیئرمینوں کے پینل کا اعلان

جناب اسپیکر ۔

سیکرٹری اسمبلی چیئرمینوں کے پینل کا اعلان کرینگے ۔

مسٹر اختر حسین خان
سیکرٹری اسمبلی

بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد وانضباط کار کے قاعدہ نمبر ۱۳ کے تحت جناب اسپیکر نے حسب ذیل اراکین کو اسمبلی کے موجودہ اجلاس کے لیئے علی الترتیب چیئرمین مقرر کیا ہے ۔

۱۔ میر جان محمد خان جمالی ۔
۲۔ مسٹر ظہور حسین خان کھوسہ ۔
۳۔ مسٹر حسین اشرف ۔

۴۔ مولوی محمد عطا اللہ

رخصت کی درخواستیں۔

جناب اسپیکر۔
سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں گے۔

سیکرٹری اسمبلی۔
ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ وزیر صحت کی درخواست ہے کہ بعض وجوہات کی بناء پر وہ آج کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتے لہذا انہیں آج کے اجلاس سے رخصت دی جائے۔

جناب اسپیکر۔
سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کیجائے؟
(رخصت منظور کی گئی)۔

سیکرٹری اسمبلی۔
مسٹر محمد ایوب بلوچ صاحب کی درخواست ہے کہ نجی معروفیات کی وجہ سے وہ آج کے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتے لہذا انہیں آج کی رخصت دیجائے۔

جناب اسپیکر۔

سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کیجائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی۔

مسٹر آبادان فریدون آبادان اپنی درخواست میں فرماتے ہیں کہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر وہ مورخہ ۱۵ جون ۱۹۸۹ء تا اختتام اجلاس اسمبلی کے اجلاسوں میں شریک نہیں ہو سکیں گے لہذا مذکورہ بجٹ اجلاس کے لئے انہیں رخصت دی جائے۔

جناب اسپیکر۔

سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

میر ظفر اللہ خان جمالی۔

جناب اسپیکر! میں آپکی توجہ ایک مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ آج ۱۹۸۹ء - ۹۰ کا جو سالانہ بجٹ ایوان میں پیش کیا جانیوالا ہے اس وقت اسکا کچھ حصہ آج کے اخباروں میں چھپ چکا ہے چنانچہ میں گزارش کرونگا کہ بجٹ صوبے کی امانت ہے لہذا اس کے تقدس کو پامال کیا گیا ہے پتہ نہیں یہ کس طریقے سے اخباروں میں آگیا ہے۔

جناب والا! کسی وقت برطانیہ کے وزیر خزانہ نے بجٹ پیش کرنا چاہا تو ہاؤس آف کامنز سے تعلق رکھنے والے کسی شخص نے ان سے پوچھا کہ جناب سنا ہے آپ ٹیکس بڑھا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب میں صرف اتنا کہا کہ میں ایسا نہیں سمجھتا۔ لیکن جب وہ تقریر کر کے باہر نکلے تو ان سے استعفےٰ طلب کیا گیا اور انہوں نے استعفےٰ دے بھی دیا۔ تاہم میں یہ نہیں کہتا کہ مولوی صاحب استعفےٰ دیں۔ یا نہ دیں۔ یہ انکی اپنی صوابدید ہے لیکن جیسا میں نے کہا یہ بجٹ جو پیش کیا جانیوالا ہے ہم سے پہلے یہ پبلک میں پیش ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس کی وجہ کیا تھی؟

نواب محمد اکبر خان بگٹی (قائد ایوان)

جناب والا! معزز ممبر صاحب کی طرف سے اٹھائے گئے نکتے کے جواب میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ اخبارات میں شائع ہوا ہے اس کا تعلق سالانہ ترقیاتی پروگرام سے ہے اس کے متعلق اعداد و شمار اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے اعداد و شمار تو خفیہ نہیں ہوتے ہیں اصل بجٹ میں اہم چیز ٹیکس پروپوزل یعنی ٹیکس تجاویز ہوتی ہے اس کے متعلق کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے تو بجٹ کے بارے میں کئی کئی صلاح مشورے ہوتے ہیں ممبر صاحب سے بھی تجاویز بجٹ کے بارے میں مانگی گئی تھیں دیگر ممبران سے بھی سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بارے میں تجاویز مانگی گئی تھی۔ جو کوئی خفیہ نہیں ہوتی ہیں۔ جہاں تک ٹیکس سے متعلق تجاویز ہیں۔ یہ مکمل طور پر خفیہ ہوتی ہیں۔ ان حصوں کا جہاں تک تعلق ہے ان تجاویز کے بارے میں وزیر مالیات صاحب آج آپ کو بتائیں گے۔ اخبارات میں جو ہے

وہ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے متعلق ہے اس میں سال میں کئی دفعہ ترامیم ہوتی ہیں۔اور اس میں کوئی راز کی بات تو نہیں ہے ۔ ۔

جناب اسپیکر ۔

ہر بجٹ سے پہلے قیاس آرائیاں تو ہوتی ہیں ۔کہ کیسا بجٹ آرہا ہے ۔

میر صابر علی بلوچ ۔

جناب والا ! اس بجٹ کے متعلق اخبارات میں اہم باتیں آئی ہے ۔ آپ اس پر رولنگ دیں ۔ ہم آپ کی رولنگ چاہتے ہیں ۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام بھی تو بجٹ کا حصہ ہوتے ہیں ۔

جناب اسپیکر ۔

وہ میں نے بتا دیا ہے کہ بجٹ کے بارے میں قیاس آرائیاں ہوتی ہیں۔

میر صادق علی عمرانی ۔

جناب والا جو بجٹ آج اس اسمبلی میں پیش کیا جا رہا ہے ۔ اس سے پہلے یہ تمام اخبارات میں آ چکا ہے ۔ اس کا جواب تو قائد ایوان نے یعنی وزیر اعلیٰ صاحب نے دے دیا ہے مگر اس کا جواب وزیر متعلق کو دینا چاہیئے تھا ۔ میں سمجھتا ہوں انہوں نے نا اہلی کا ثبوت دیا ہے ۔ وہ اجلاس کے لئے تیاری کر کے آیا کریں ۔ اپنے سیکرٹری سے سمجھ کر آیا کریں ۔ یہ جو بجٹ صرف ان کو آج پڑھنے کے لئے دیا گیا ہے ۔ ان کا

صرف بڑھنا یہاں کافی نہیں ہے۔ اس سے تو ہاؤس کا تقدس پامال ہوا ہے۔ یہ میرے پاس اخبار ہے۔ اس میں بجٹ کے بارے میں چھپا ہوا ہے۔

جناب اسپیکر۔

یہ بات پہلے ہو گئی ہے جس کے بارے میں میں نے بتا دیا ہے۔

میر صادق علی عمرانی۔

جناب والا! یہ میرے پاس بھی اخبار ہیں میں آپکو گواہی کے طور پر پیش کر سکتا ہوں۔ یہ دفتری راز کیسے اخبارات اور پریس میں پہنچ گئے ہیں؟

میر ظفر اللہ خان جمالی۔

میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچانوے کروڑ کی رقم کے الفاظ اور اس کا مصرف جو وزیر صاحب کی آج کی تقریر کے صفحہ نمبر ۲۴ میں لکھا ہوا ہے۔ وہ ہو بہو اس کی تفصیل اس اخبار میں آ چکی ہوئی ہے یہ کیسے ہوا

میر صابر علی بلوچ۔

جناب والا! میں اس بارے میں آپ کی واضح رولنگ چاہتا ہوں۔

مسٹر سعید ہاشمی (وزیر قانون و پارلیمانی امور)

جناب والا! آج بجٹ پر ڈسکشن کا دن نہیں ہے۔ آپ نے تو اس بارے میں

— —

رولنگ تو دے دی ہے ۔ اس پر آج مزید بحث کی گنجائش نہیں ہے ۔

مسٹر صابر علی بلوچ ۔

جناب والا ! میں اس بارے میں آپ کی واضح رولنگ چاہتا ہوں ۔ آپ نے کوئی رولنگ نہیں دی ہے اور میری تسلی نہیں ہوئی ہے اس لئے میں ایوان سے واک آؤٹ کرتا ہوں ۔

(اس موقعہ پر معزز ممبر اور پیپلز پارٹی کے اراکین ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

(گیلری سے آوازیں ۔ جھگوڑے)

جناب اسپیکر ! ۔ اب مولوی عصمت اللہ صاحب وزیر خزانہ ایوان میں بجٹ پیش کریں گے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی عصمت اللہ
وزیر خزانہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب اسپیکر !

آج مجھے دوسری مرتبہ اس معزز ایوان کے سامنے بجٹ پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے ۔ پہلا بجٹ ایسے غیر معمولی حالات

میں پیش کیا گیا تھا کہ سال کے بیشتر عرصے کے اخراجات ہو چکے تھے اور اس بجٹ کو عوام کی امیدوں اور خواہشات کے مطابق ڈھالنا ممکن نہ تھا۔ پھر بھی سرکاری افسران کے تیار کئے ہوئے اس بجٹ کو اپنا لیا گیا تھا۔ اور آئینی تقاضوں کی تکمیل کے لئے اس ایوان میں پیش کر دیا گیا تھا۔ لیکن صرف چند ماہ بیشتر گذشتہ بجٹ پیش کرتے وقت میں نے ایوان سے وعدہ کیا تھا کہ ۹۰-۱۹۸۹ء کے بجٹ کی تیاری میں منتخب نمائندوں سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ تاکہ اسے حقیقی معنوں میں ایک ایسا نمائندہ بجٹ بنایا جا سکے۔ جو عام آدمی کی زندگی میں خوش گوار تبدیلیوں کا ضامن ہو میں اپنے ساتھیوں اور ارکان اسمبلی کا شکر گذار ہوں کہ ان کے مثالی تعاون اور رہنمائی کی بدولت ہم یہ بجٹ مرتب کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ جو ہر اعتبار سے عام آدمی کا بجٹ ہے۔

اس سے پہلے کہ میں ۹۰-۱۹۸۹ء کا بجٹ پیش کروں۔ میں ایوان کی اجازت سے بعض ایسے بڑے مسائل اور دشواریوں کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ جنکا سامنا ہمیں ۹۰-۱۹۸۹ء کی بجٹ تجاویز مرتب کرتے وقت قدم قدم پہ ہوا۔ ان کی تفصیل یوں ہے :

مسائل اور دشواریاں

ایسے تمام مالیاتی اور اقتصادی عوامل جو قیمتوں میں باقاعدگی پیدا کرنے کے

ذمہ دار ہوتے ہیں کسی نہ کسی طور پر وفاقی حکومت کے کنٹرول میں ہیں جو مالیاتی پالیسی، سرکاری قرضوں کی پالیسی، اور ٹیکسوں کے ڈھانچے کو تشکیل دیتی ہے۔ لیکن صوبائی بجٹ میں افراطِ زر کے اثرات کو ہمیں جذب کرنا پڑتا ہے۔ افراطِ زر کے اس دباؤ سے رواں اور ترقیاتی اخراجات دونوں پر مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روپے کی قوتِ خرید میں پیدا ہونے والی کمی کی بناء پر کم تنخواہ پانے والے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ یا رد وبدل ضروری ہو جاتا ہے۔ آلات، مشینری، تعمیرات اور دوسری بہت سی اشیاء کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے ترقیاتی سرگرمیوں کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ زرِ مبادلہ کی قیمت میں آنے والی تبدیلیوں کی وجہ سے درآمدی اخراجات اور واپس کئے جانے والے قرضوں کی مقدار میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اِن حالات میں شدید دباؤ کے شکار صوبائی وسائل کو افراطِ زر کے اثرات سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی صورت باقی نہیں بچتی کہ سرکاری اخراجات میں کفایت کی جائے۔ لیکن اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

رواں اخراجات میں مسلسل اضافے کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ ترقیاتی منصوبے مکمل ہونے کے بعد غیر ترقیاتی شعبے کو منتقل ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک اسکول، ڈسپنسری، یا آب رسانی کا منصوبہ مکمل ہونے کے بعد اسے جاری رکھنے دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ پر جو بھاری رقوم خرچ ہوتی ہیں۔ وہ رواں اخراجات میں ہی اضافے کا سبب بنتی ہیں۔ ان حالات میں اِن دو اسباب کی بناء پر سرکاری شعبہ

اپنے انتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ کرنے پر مجبور رہے۔ بہرحال موثر اور قابل ذکر نجی شعبہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو روزگار کی سہولتیں فراہم کرنے کے سبب بڑے ذریعہ کے طور پر سرکاری شعبے کو وسعت دینا اور دستیاب وسائل کے ایک خطیر حصے کو معیشت کے اس شعبے کے لئے وقف کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ صوبائی آمدنی میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن اس آمدنی کی مقدار اور ٹیکسوں کے ناقص نظام کی روشنی میں دیکھیں تو یہ آمدنی ہماری مجموعی آمدنی کے ایک معمولی حصے پر مشتمل ہے۔ ہماری آمدنی کے دوسرے بڑے وسائل میں قدرتی گیس کی ایکسائز ڈیوٹی اور رائلٹی، وفاقی ٹیکسوں میں ہمارے حصے اور خسارے کو پُر کرنے کے لئے ملنے والی گرانٹ شامل ہے۔ زراعت، افزائش حیوانات، آبپاشی، شامپ اور موٹر دھیکلز ٹیکس کے شعبے صوبائی آمدنی کے نمایاں شعبے تصور کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی آمدنی مطلوبہ مقاصد پورے نہیں کر سکتی۔ ہمیں اپنے بجٹ کی تشکیل کے لئے کلی طور پر وفاقی حکومت کی جانب سے مہیا ہونے والے وسائل پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ آئین قابل تقسیم ٹیکسوں اور محصولات میں ہمارے حصے کے ساتھ ساتھ وفاقی امدادی رقوم کی متواتر فراہمی کی بھی ضمانت دیتا ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ صوبائی وسائل کی موجودہ ناموافق صورتحال میں خسارے سے دوچار صوبوں کو وفاق کی جانب سے زیادہ فراخدلی کے ساتھ وسائل منتقل ہونے چاہیئے۔

اب میرے لئے وسائل میں رونما ہونے والے فرق کے پھیلاؤ کے بنیادی

اسباب کو واضح کرنا آسان ہوگیا ہے۔ ۸۶-۱۹۸۵ء کے مالی سال تک وفاقی حکومت صوبائی حکومتوں کے خسارے کا پورا بوجھ خود برداشت کرتی رہی ہے۔ لیکن بعد کے مالی سالوں کے دوران یا تو ۸۶-۱۹۸۵ء کی سطح کو قائم رکھا گیا یا اس میں بھی کمی کر دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ۸۸-۱۹۸۷ء کے مالی سال کے دوران ایسے خسارے کی سطح سینتیس (۳۷) کروڑ روپے تک پہنچ گئی جس کی تلافی نہیں کی گئی تھی ۸۹-۱۹۸۸ء کے دوران یہ مقدار بتیس (۳۲) کروڑ روپے ہوگئی۔ اور ۹۰-۱۹۸۹ء کے لئے اس کا تخمینہ اٹھاسی (۸۸) کروڑ روپے ہے۔ ہمیں اس حقیقت کے باوجود اس خسارے کا سامنا ہے۔ کہ ہم نے بجٹ کی تیاری میں ہر ممکنہ بچت اور اخراجات پر حد سے زیادہ کنٹرول کی پالیسی پر عمل کیا ہے۔

صوبائی وزرائے اعلیٰ کی سطح تک ہر ممکنہ طریقے سے وفاقی حکومت کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ وہ اس صورتِ حال کا ازالہ کرے۔ صوبوں کو وسائل کی منتقلی زیادہ تر ۱۹۷۵ء کے فنانس کمیشن ایوارڈ کی بنیاد پر کی جاتی ہے یہ پندرہ سالہ پرانا ایوارڈ صوبوں کی آج کی ضروریات پر پورا نہیں اتر سکتا۔ معیشت اور ٹیکسوں کے ڈھانچہ کی پوری ہیئت تبدیل ہو چکی ہے۔ اس لئے اس پرانے ایوارڈ سے کسی بہتر نتیجے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ آج کے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ صوبوں کو وسائل کی منتقلی کا ایک بہتر اور قابلِ عمل طریق کار مرتب کیا جائے۔ بدقسمتی سے ۱۹۷۹ء اور

۱۹۸۵ء میں قائم کئے جانے والے فنانس کمیشن طویل صبر آزما جدوجہد کے باوجود کوئی ایسا ایوارڈ مرتب نہ کر سکے جو صوبوں کی بڑھتی ہوئی ضروریات کی کفالت کا سامان کر سکتا ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۵ء کے سیاسی حالات کے پس منظر میں آج کے کثیر الجماعتی سیاسی حالات کو دیکھیں تو کسی نئے فنانس کمیشن ایوارڈ کے ذریعہ اس مسئلے کا تصفیہ ہونے کے امکانات اور بھی تاریک نظر آتے ہیں۔ وفاقی حکومت سے عبوری امداد کی فراہمی کے لئے بھی رابطہ قائم کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے نتائج بھی حوصلہ افزا ثابت نہیں ہوئے۔

صوبے کی وسعت اور اس کے جغرافیائی حالات کی بنا پر یہاں سماجی اقتصادی ترقی کے عمل کو آگے بڑھانا انتہائی پیچیدہ اور ہمہ جہت کام ہے۔ پاکستان کے مجموعی رقبے کے ۴۲ فیصد پر پھیلے ہوئے اس خطے اور دور دور تک بکھری ہوئی انسانی آبادیوں نے اس کام کو اور بھی دشوار بنا دیا ہے۔ اس خطے میں سماجی اور طبعی بنیادی ڈھانچے کی صورتحال بھی خاصی مایوس کن ہے۔ صوبے میں نہ صرف وسیع اور متوازن سہولتیں پھیلانا ضروری ہے۔ بلکہ ناخواندگی، طبی مسائل، غربت اور محرومی کے خلاف منظم اور وسیع جہاد کی ضرورت ہے۔ یہاں کی دیہی زندگی میں خوشگوار اور تعمیری سماجی اقتصادی تبدیلیاں اُسی صورت میں لائی جا سکتی ہیں کہ ان کے لئے وسیع سرمائے کے ساتھ مربوط اور منظم جدوجہد کی جائے۔ وسائل اور ضروریات میں پایا جانے والا وسیع فرق صرف اسی صورت میں دُور کیا جا سکتا ہے کہ اس خطے کے لئے مؤثر توجہ اور مناسب وسائل کو یقینی بنایا جائے۔

مالی وسائل کی قلت کے ساتھ ساتھ ہمیں منصوبوں کے نظم و نسق ترتیب و

تنظیم اور عملی نفاذ کے شعبوں میں معیاری افرادی قوت کی کمی سے تکلیف دہ مسئلے کا بھی سامنا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بیشتر مواقع پر ہمیں بھاری اخراجات برداشت کر کے صوبے کے باہر سے مشاورتی خدمات کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ صوبے کے بہت سے علاقوں میں خطیر معدنی وسائل موجود ہیں۔ لیکن ماہر افرادی قوت کی کمی کے سبب ہم اپنی زمین کے ان قیمتی وسائل سے بھی استفادہ نہیں کر سکتے۔ سرکاری شعبے کا ترقیاتی پروگرام جس پر مالی وسائل کی کمی کا شدید دباؤ ہے۔ تن تنہا اس صوبے کی اقتصادی ترقی کی مطلوبہ سطح کو حاصل نہیں کر سکتا۔

آخری لیکن بے حد اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ آبادی میں ۳ فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ کی رفتار برقرار ہے۔ آبادی میں یہ اضافہ اپنی شرح کے تناسب سے زمینی اور دوسرے وسائل پر اضافی دباؤ کا سبب ثابت ہو رہا ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق ترقیاتی رفتار کو سالِ گذشتہ کی سطح پر برقرار رکھنے کے لئے ۱۴ فیصد اضافی مالی وسائل کی فراہمی ضروری ہے۔ جبکہ افراطِ زر کی وجہ سے ۱۱ فیصد اور آبادی میں اضافہ کی بناء پر مزید ۳ فیصد اضافے کی ضرورت ہے۔ لیکن جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے، ہمیں کسی قسم کے اضافی وسائل دستیاب نہیں ہیں۔

حکمتِ عملی کے اصول

ان تمام رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود ہم مایوسی کے شکار نہیں ہیں۔ بلوچستان میں سماجی اقتصادی ترقی کی سطح کو بلند کرنے کے لئے ہماری کاوشیں جاری ہیں۔ حکمتِ عملی کے جن اصولوں کو ان کاوشوں کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ مختصراً ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ آئین کی قراردادِ مقاصد میں واضح کردہ سماجی اقتصادی اور سیاسی انصاف کے اصولوں کو صوبے کے تمام خطّوں اور اس کے کسی بھی حصے میں آباد تمام نسلوں کے افراد کی متوازن سماجی اقتصادی ترقی کے لئے پوری طرح ملحوظ رکھا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں تمام خطوں اور تمام نسلوں کے درمیان مکمل عدل کو قائم رکھا جائے گا۔ اس کے ذریعہ جہاں تک ممکن ہوگا۔ صوبے کی پوری آبادی کو صحت، تعلیم، آبی وسائل کی ترقی، بجلی کی فراہمی، رابطے کی سڑکوں کی تعمیر، رہائشی سہولتوں اور دوسری مختلف النوّع اقتصادی سرگرمیوں میں مساویانہ حصّہ فراہم کیا جائے گا۔ بجٹ کے وسائل کو اس طرح رُو بہ کار لاکر تقسیم کیا جائے گا۔ کہ آبادی کے مختلف حصوں پر ان کے متوازن اثرات مرتب ہوسکیں اور نسبتاً زیادہ بے توجہی اور پسماندگی کے شکار خطّے اور علاقے دوسرے نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ خطوں اور علاقوں کے برابر آسکیں۔

۲۔ صوبے کے غیر مستعمل افرادی وسائل کے منافع بخش استعمال اور تعلیم یافتہ نوجوانوں ، مزدوروں اور محنت کشوں میں صوبے کی ترقیاتی سرگرمیوں میں وسیع پیمانے پر حصہ لینے کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے اپنے مالی وسائل اور ترقیاتی گنجائشوں کی حد میں رہتے ہوئے تمام خطوں اور معاشرے کے تمام طبقوں کے لئے روزگار کے مواقع کی فراہمی ۔

۳۔ سرمایہ کار طبقے کو بنیادی ڈھانچے کی سہولتیں بہم پہنچانا تاکہ صنعتی ترقی کو فروغ حاصل ہو سکے ۔ اور صوبے کے مختلف خطوں میں صنعتی علاقوں کے قیام سے روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے سلسلے میں سرکاری شعبے کی کاوشوں میں ہاتھ بٹانے اور بلوچستان میں دستیاب وسائل کے منافع بخش استعمال کی راہ ہموار ہو سکے ۔ نجی شعبے کے لئے ٹیکس کی چھوٹ اور قرضے کی فراہمی جیسی ترغیبات صنعتوں کے فروغ کی پالیسی میں بنیادی کردار ادا کرسکیں گی اس مقصد کے حصول کے لئے آئندہ مالی سال کے دوران دو کروڑ روپے کے ابتدائی سرمایہ سے ایک اکویٹی پارٹی سی پیشن فنڈ قائم کیا جارہا ہے ۔

۴۔ تمام سرکاری امور میں سادگی اور کفایت شعاری پر سختی سے عمل درآمد اور تمام فضول اخراجات سے گریز۔ جواب دہی کے نظام کو مستحکم بنا کر قومی سرمائے کی خرد برد اور زیاں کی روک تھام

۵۔ صوبائی محاصل کی وصولی کے نظام کی ترقی ، واجبات کی وصولی اور ٹیکسوں کے ڈھانچے کی تشکیل نو اور توسیع کے ذریعہ وسائل میں ترقی۔ محکمۂ مال کو ٹیکسوں کے ڈھانچے کو وسعت دینے کے سلسلے میں تجاویز پیش کرنے کی ہدایات پہلے ہی جاری کی جا چکی ہیں۔

ضمنی بجٹ ۸۹-۱۹۸۸ء

جناب اسپیکر !

اب میں اس پس منظر کے ساتھ بجٹ تجاویز کی خاص خاص باتیں اسمبلی کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا۔ ۸۹-۱۹۸۸ء کے لئے رواں اخراجات کا تخمینہ ابتدائی طور پر ۴۴۵ کروڑ روپے تھا۔ تخفیف کے نفاذ اور اخراجات میں کمی کے لئے کی جانے والی کفایت شعاری کے ذریعہ اُسے کم کر کے ۴۱۵ کروڑ روپے کی سطح پر پہنچا دیا گیا۔ ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری تھا کہ سال کے درمیانی عرصے میں اصل بجٹ کے علاوہ کچھ نئی اسکیمیں متعارف کرائی گئی تھیں جن کی وجہ سے وسائل کی کمی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ تاہم پورا نہ کیا جا سکنے والا جو خسارہ ۶۵ کروڑ روپے تھا اسے کم کر کے ۳۲ کروڑ روپے تک پہنچا دیا گیا۔ معیشت کی موجودہ صورت حال میں یہ ایک نمایاں اور قابل ذکر کامیابی ثابت ہوئی۔

ہماری ۳۸۰ کروڑ روپے کی مجموعی آمدنی بیشتر قدرتی گیس کی ایکسائز ڈیوٹی اور رائلٹی، قابلِ تقسیم ٹیکسوں میں بلوچستان کے حصے اور خسارہ پورا کرنے کے لیے ملنے والی گرانٹ پر مشتمل ہے مجوزہ مالی سال کیلئے ہماری صوبائی آمدنی کا تخمینہ ۲۹ کروڑ روپے ہے ان وسائل کے مقابلے میں ہمارے اخراجات کا تخمینہ ۴۶۸ کروڑ روپے ہے اس میں گندم کی خریداری پر دی جانے والی رعایت، قرضوں کی ادائیگی، پنشن اور محکمانہ اخراجات جیسے مستقل اخراجات شامل ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آمدنی اور اخراجات میں ۸۸ کروڑ روپے کا فرق ہے۔

۹۰ - ۱۹۸۹ء کے تخمینوں کے مطابق معیشت کے مختلف شعبوں میں مجموعی طور پر ۴۳۱۶ آسامیاں فراہم کی جائیں گی، روزگار کے یہ نئے مواقع ایک مقررہ شرح سے انتظامی عملے کے استحکام، ایک محکمہ کی تنظیم نو اور مکمل شدہ ترقیاتی منصوبوں کو چلانے اور ان کی دیکھ بھال کرنے کے لئے فراہم کی گئی ہیں۔

سالانہ بجٹ کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت ہم نے بجٹ کے جس حصے پر گفتگو کی ہے، یہ رواں اخراجات پر مشتمل ہے اور اس کی مالیت ۴۶۸ کروڑ روپے ہے۔ دوسرا حصہ سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام پر مشتمل ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام اور خصوصی ترقیاتی پروگرام ان پر ۹۰-۱۹۸۹ء کے بجٹ میں اخراجات کا تخمینہ بالترتیب ۱۷۰ کروڑ روپے اور

۸۶ کروڑ روپے ہے۔ اس طرح اگر بجٹ کے تینوں حصوں کو یکجا کر لیا جاتے تو ۹۰-۱۹۸۹ کے بجٹ کی مجموعی مالیت ۲۴، کروڑ روپے ہو جاتی ہے۔

ترقیاتی بجٹ ۹۰-۱۹۸۹ء

جناب اسپیکر!

کابینہ کی ایک کمیٹی اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ تمام ترقیاتی اسکیموں کا جائزہ لینے کے بعد منتخب نمائندوں کے مشورے سے ان کو آخری شکل دے۔ صوبائی اسمبلی کے اراکین کو بھی یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ اپنے اپنے حلقہ انتخاب کے لئے اسکیموں کی نشاندہی کریں۔ یہ کام بنیادی طور پر اس نقطۂ نظر سے کیا گیا کہ تمام ترقیاتی منصوبے اور پروگرام لازمی طور پر عوام کی امیدوں اور تمناؤں کی عکاسی کرتے ہوں۔ وسائل کی شدید کمی کے سبب تجویز کی جانے والی تمام اسکیمیں منظور شدہ فہرست میں شامل نہیں کی جا سکیں۔ تاہم کوشش کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اسکیموں کو شامل کیا جا سکے ترجیحات کے تعین کے سلسلے میں فوری ترقیاتی پروگرام کے سنہری اصولوں سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے جو وزیر اعلیٰ کے چھ نکاتی پروگرام کا ماحصل ہیں۔ چنانچہ بنیادی ضروریات کی فراہمی خاص کر تعلیم، صحت، فراہمی آب، دیہی سڑکیں اور زمینوں کی ہمواری کے منصوبہ جات اس پروگرام میں سرفہرست ہیں۔ اسی طرح ہر علاقے اور ہر ضلع کی یکساں ترقی کے لئے اور ہر قسم کی معاشی

ناہمواری کو دور کرنے کے لئے آبادی کی بنیاد پر وسائل کو مختص کیا گیا ہے۔

تعلیم

وسائل کی کمی کے شدید دباؤ کے باوجود تعلیم کو بجٹ تجاویز میں اولین ترجیح دی گئی ہے۔ ۹۰-۱۹۸۹ء کے مالی سال کے دوران محکمانہ رواں اخراجات کا ۲۶ فیصد حصہ تعلیم کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ جبکہ ترقیاتی بجٹ میں دستیاب مالی وسائل کا ۱۲ فیصد حصہ تعلیمی توسیع وترقی کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ خواندگی میں تیز رفتار اضافے کے لئے زیادہ توجہ ابتدائی تعلیم اور تعلیم نسواں پر مرکوز کی گئی ہے۔ ایک اسکیم ابتدائی اور ثانوی سطح پر تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے بھی شامل کی گئی ہے۔ کالج کی تعلیم کا استحکام اور اساتذہ کی تربیت کی اسکیمیں بھی ہماری تعلیمی پالیسی کا اہم حصہ ہیں۔

پرائمری تعلیم کی پورے صوبے پر پھیلی ہوئی ایک اسکیم شروع کی جائے گی اور عمارت سے محروم ابتدائی اسکولوں کے لئے ۱۰۰ عمارتوں کی تعمیر کا زیر تکمیل کام بھی ۹۰-۱۹۸۹ء کے دوران مکمل کر لیا جائے گا۔ صوبے کے مختلف علاقوں میں لڑکوں کے لئے ۲۰۰ اور لڑکیوں کے لئے ۱۰۰ پرائمری اسکول اور ان کے علاوہ ۲۰۰ مسجد اسکول قائم کرنے کے لئے بھی ایک اسکیم بنائی گئی ہے۔

بارکھان میں کالج، اور تربت، سبّی، چمن اور لورا لائی کے کالجوں میں اضافی کلاس رُوم، سائنسی تجربہ گاہیں اور ہال کمرے تعمیر کرنے کا کام ۹۰-۱۹۸۹ء کے اہم منصوبوں میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جھل مگسی، ڈکی نوشکی اور پشین کے انٹر کالجوں کا درجہ بڑھا کر ان کو ڈگری کالج بنادیا جائے گا۔ موسیٰ خیل، گوادر، اور قلعہ سیف اللہ میں لڑکوں کے لئے اور مستونگ، تربت اور سٹیلائیٹ ٹاؤن کوئٹہ میں لڑکیوں کے لئے نئے انٹر کالج قائم کئے جائیں گے۔ اساتذہ کا تدریسی معیار بلند کرنے کے لئے اُوتھل اور پنجگور کے ٹیچرز ٹریننگ اسکولوں کا درجہ بڑھا کر انہیں ایلیمنٹری کالجز آف ایجوکیشن بنادیا جائے گا۔ دو نئے ٹیکنیکل ٹریننگ اسکول بھی قائم کئے جائیں گے۔ ان میں سے ایک سبّی میں خواتین کے لئے اور دوسرا لورا لائی میں مردوں کے لئے ہوگا۔ اس کے علاوہ ۹۰-۱۹۸۹ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں موجودہ سہولتوں کے علاوہ اساتذہ کے تمام تربیتی اداروں کے لئے اضافی سہولتوں کی فراہمی کی اسکیمیں بھی شامل کی گئی ہیں۔

صوبے میں ابتدائی تعلیم کی ترقی کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی اور اس کا ذریعۂ تعلیم مادری زبان میں ہوگا۔ اس شعبے میں ۲۱۴۹ نئی آسامیاں فراہم کی جائیں گی۔

صحت

موجودہ حکومت نے صوبے میں صحت کی سہولتوں کو ترقی دینے کا ایک جامع منصوبہ تیار کیا ہے۔ یہ منصوبہ صوبے کے دُور افتادہ علاقوں میں بسنے والے لوگوں کو

طبی سہولتیں فراہم کرے گا شعبہ صحت کے ترقیاتی پروگرام کی نمایاں خصوصیات میں موجودہ طبی اداروں کی ترقی اور اضافی سہولتوں کی فراہمی، تربیت یافتہ اور ماہر عملے کا انتظام، موجودہ عملے کی صلاحیت اور لیاقت میں اضافہ اور دیہی علاقوں میں صحت کی بنیادی سہولتوں کی فراہمی پر خصوصی توجہ جیسے امور شامل ہیں۔ ہم ۵ سال سے کم عمر کے بچوں کی صحت پر خصوصی توجہ دینا چاہتے ہیں۔اس سال ساڑھے تین لاکھ بچوں کو چھ متعدی امراض سے بچاؤ کے ٹیکے لگانے کے لئے اضافی عملے اور گاڑیوں کے ساتھ بچوں کو احتیاطی ٹیکے لگانے کے پروگرام کو مزید مستحکم بنادیا گیا ہے۔

اس شعبے کے زیر تکمیل منصوبوں میں سبی، ژوب اور بارکھان میں ہسپتالوں کی تعمیر، اور صوبے کے مختلف مقامات پر ۶۷ دیہی مراکز صحت کا قیام شامل ہے۔ یہ بنیادی مراکز صحت دیہی علاقوں میں موثر طبی سہولتیں فراہم کریں گے۔

بولان میڈیکل کالج کے نئے فارغ التحصیل ڈاکٹروں کو ملازمت کی سہولت فراہم کرنے کے لئے ۹۰-۱۹۸۹ء کے دوران ڈاکٹروں کی ۱۰۵ نئی آسامیاں پیدا کی جائیں گی۔

بولان میڈیکل کیمپس میں ۷۰ نشستوں کے ایک لڑکوں کے ہاسٹل کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔

صحت کے شعبے میں مقرر کئے جانے والے اہداف حاصل کرنے کے لئے ۹۰-۱۹۸۹ء کے دوران ۱۸۷ آسامیاں پیدا کرنے کا منصوبہ ہے۔

اور اس سے دوسرے قسم کے مسائل پیدا ہو جائیں کہ لڑکے تو تعلیم یافتہ ہوتے جائیں اور لڑکیاں میٹرک بھی مشکل سے پاس ہوں اور ان کے مقابلے میں لڑکے تعلیم یافتہ ہو جائیں۔ پھر آپکو معلوم ہے کہ لڑکے شہروں کا رخ کرتے ہیں ان کے پرابلم کو مدنظر رکھیں۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ دوسرے نکاح بھی ہوتے رہتے ہیں۔ آپ ذرا جلد حل کرواؤیں۔

سردار چاکر خان ڈومکی:۔ جناب والا! میٹنگ کی جا رہی ہے۔ تجرباتی اسکولوں کا تجربہ کب سے شام کے اسکولوں میں شروع کیا گیا ہے۔

وزیر تعلیم:۔ جناب والا! یہ ابتدائی مرحلہ ہے اب تجرباتی طور پر کلاسز شروع ہیں اس کے بعد علاقہ میں کالج بنانے کی ضرورت اگر ہوتی ہے تو اس پر غور کیا جاتا ہے۔

میر ظفر اللہ خان جمالی:۔ جناب والا! یہ کلاسز تجرباتی طور پر ہیں۔ وزیر تعلیم نے فرمایا کہ تجرباتی طور پر ایف ایس سی کلاسز اسکولوں میں شروع کر دی گئی ہیں۔ از راہ کرم فرمائیں کہ یہ تجربہ کتنے سال کریں گے۔ ایک سال یا دو سال یا تین سال اس کی کتنی مدت ہوگی؟ کیا وزیر موصوف اس بارے میں یقین دہانی کرائیں گے؟

جناب اسپیکر:۔ اگلا سوال۔

* ۴۹۔ میر جان محمد خان جمالی

کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) سال ۱۹۸۹ء کے دوران میٹرک اور ایف اے کے کل کتنے طلبہ کے امتحانی مراکز تبدیل کئے گئے ہیں۔

(ب) مزکورہ امتحانی مراکز کی تبدیلی کی کیا وجوہات ہیں؟ اور مجاز کون تھا۔ نیز کیا امتحانی مراکز کی یہ تبدیلی قواعد و ضوابط کے مطابق ہوئی ہے؟ اور کیا یہ پالیسی آئندہ بھی جاری رکھی جائے گی۔ تفصیل دی جائے۔

وزیر تعلیم:۔

(الف) سال ۱۹۸۹ کے دوران میٹرک کے ۳۷۶ طلباء کے امتحانی مراکز تبدیل کئے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر ۱: سرپرست کی تبدیلی بسلسلہ ملازمت: ۱۲

نمبر ۲: سکونت کی تبدیلی تصدیق ح۔ا۔ یا انتظامیہ: ۱۰۴

نمبر ۳: بیماری میڈیکل سرٹیفکیٹ کی صورت میں: ۲۰

نمبر ۴: HARDSHIP کیس:

(الف) وزیر تعلیم حکومت بلوچستان ۲۱

(ب) سیکرٹری تعلیم حکومت بلوچستان ۲

(ج) پولیس کیس (E-1-9) ۱۴

کل تعداد سنٹر تبدیلی ۲۳۷

امیدواروں کی کل تعداد جو امتحان میں شریک ہوئے۔ ۱۲۲۳۴

چونکہ ایف اے / ایف ایس سی سالانہ امتحان ۱۹۸۹ء جو کہ ۱۴ جون (۸۹-۶-۱۴) سے شروع ہوگا۔ اس لئے تبدیلی سنٹر کی صحیح تعداد امتحان شروع ہونے کے بعد بتائی جاسکیگی۔

(ب) اس ضمن میں تحریر ہے کہ تبدیلی سنٹر کے مروجہ قوانین درج ذیل ہیں۔

نمبر ۱: اگر کوئی امیدوار یا اس کا والد یا سرپرست تبدیل ہوجائے تو اس ضمن میں احکامات کی تبدیلی جس جگہ وہ ملازم ہو پیش کرے۔

نمبر ۲: اگر امیدوار / والد سرپرست اپنی جائے رہائش تبدیل کرے اور کوئی گزیٹڈ آفیسر مجسٹریٹ درجہ دوئم اس امر کی تصدیق کرے۔

نمبر ۳: خرابی صحت کی وجہ سے اگر امیدوار امتحان کے سنٹر پہنچنے کے قابل نہ ہو تو میڈیکل سرٹیفکیٹ رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنر کا جاری کردہ ہو۔ درخواست کے ہمراہ منسلک کرے۔

نمبر۴: مذکورہ بالا وجوہات کے علاوہ کنٹرولر صاحب اگر سمجھتے ہوں کہ واقعی (Hardship)
کیس ہے تو وہ احکامات صادر کر سکتے ہیں۔

(i): کنٹرولر امتحانات بی آئی ایس ای کوئٹہ با اختیار آفیسر ہیں۔

(ii): تمام تبدیلی قاعدے اور قانون کے مطابق ہوتے ہیں۔

(iii) چونکہ وہ ایک پالیسی کے طور پر اپنایا گیا ہے۔ اس لئے یہ سلسلہ ہر امتحان میں
جاری رہتا ہے۔

میر جان محمد خان جمالی۔ جناب اسپیکر! ہارڈ شپ (Hardship)
کیس کی تشریح کیا ہے۔ وزیر موصوف بتائیں گے؟

وزیر تعلیم۔ جناب اسپیکر۔ ہارڈ شپ کیس تجسس کو کہتے ہیں

میر جان محمد خان جمالی۔ تجسس کیوریاسٹیٹی (Curisity) کو کہتے ہیں۔

وزیر تعلیم:۔ اگر تجسس کیوریاسٹیٹی کو کہتے ہیں تو دوسرے الفاظ میں ہم ہارڈ
شپ کیس کو تفتیش کہتے ہیں اسکے معنی یہی ہوئے۔

جناب اسپیکر۔ اگلا سوال۔

* ۱۰۔ بیگم رضیہ رب

کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کلی شادیزئی سیدان ، ضلع پشین میں عرصہ تیس (۳۰) سال سے قائم مڈل سکول کو ابتک ہائی کا درجہ نہیں دیا گیا اور قریبی ہائی سکول نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ کی اکثریت مڈل پاس کرنے کے بعد تعلیم ترک کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

(ب) اگر جزء (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکول کو ہائی کا درجہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجہ بتلائی جائے۔

وزیر تعلیم :۔

(الف) یہ درست ہے کہ کلی شادیزئی سیدان میں عرصہ تیس (۳۰) سال سے مڈل سکول قائم ہے۔ اس کے قریب میں ہائی سکول قلعہ عبداللہ ۵ میل کے فاصلے پر ہے اور ہائی سکول پیر علی زئی ۱۸ میل کے فاصلے پر ہے اور ہائی اسکول پشین ۱۰ میل کے فاصلے پر ہے۔

(ب) موجودہ وسائل کے مطابق حکومت ہر سال ڈویژن کی سطح پر میرٹ کی بنیاد پر ایک مڈل سکول کا درجہ ہائی سکول تک بڑھاتی ہے ، مڈل سکول شادیزئی سیدان کو دوسرے موصول شدہ تجاویز کے تناظر میں آئندہ مالی سال میں زیر غور لایا جائے گا۔ اور اگر یہ سکول میرٹ کی بنیاد پر پورا اترا تو اس کا درجہ ہائی تک بڑھا دیا جائے گا۔

بیگم رضیہ رب۔ (ضمنی سوال) جناب اسپیکر! میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس اسکول کے میرٹ ناپنے کا کوئی پیمانہ ہے۔ کیونکہ تیس سال کا عرصہ ہو گیا ابتک کوئی اس پیمانے پر پورا نہیں اترا آئندہ کیلئے کوئی خاص پیمانہ بتلائیے ؟۔

وزیر تعلیم۔ جناب اسپیکر میرٹ انگریزی کا لفظ ہے اسکے معنٰی تحقق کے مترادف ہے اب اسکا کیا مطلب نکلے گا اس کا اندازہ انشاءاللہ آپ خود لگائیں گے۔

بیگم رضیہ رب۔ جناب میں اپنا ضمنی سوال دوبارہ کرتی ہوں۔ اسکے ٹرانسلیشن کا تو مجھے پتہ ہے کہ تحقیق ہے لیکن اسکے ناپنے کا آپکا پیمانہ کیا ہے۔

وزیر تعلیم۔ جیسے کہ میں نے کہا میرٹ (Merit) انگریزی کا لفظ ہے جس کا مطلب تحقق ہے۔ بالفاظ دیگر آپ اپنی زبان میں اسکو میرٹ ہی کہیں گے

میر محمد صادق عمرانی۔ جناب اسپیکر! معزز وزیر صاحب اپنے آپ کو عالم دین کہتے ہیں اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں انہوں نے ایوان کی توہین کی ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب اسپیکر۔ مذکورہ الفاظ اسمبلی کی کارروائی سے حذف کر دیئے گئے ہیں

جناب اسپیکر کے حکم کے تحت اسمبلی کی کارروائی سے حذف کیا گیا۔

مسٹر عنایت اللہ خان بازئی۔ (پوائنٹ آف آرڈر) جناب اسپیکر! مولانا صاحب یہ بات صابرہ صاحب سے سیکھے ہیں جو انہوں نے کل یا پرسوں کے اجلاس میں کہے تھے۔

جناب اسپیکر۔ جی بیگم رضیہ رب صاحبہ فرمائیں۔

بیگم رضیہ رب۔ مولانا صاحب بزرگ ہیں میں اس بات کو متنازعہ نہیں بنانا چاہتی بقول جمالی صاحب پیمانہ لبریز ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ عرصہ تیس سال اسکی کوئی ٹشیو رنٹ نہیں کیا آئندہ تیس سالوں میں ایسی کوئی یقین دہانی ہو گی کہ یہ اسکول مڈل ہو جائے گا؟

وزیر تعلیم۔ جناب اسپیکر! اسکے لئے تیس سال تو نہیں لگیں گے بلکہ زیادہ سے زیادہ تیس مہینے لگ جائیں گے۔

جناب اسپیکر۔ اگلا سوال۔

***۶۱۔ بیگم رضیہ رب۔**

کیا وزیر تعلیم از راہ کرم مطلع فرمائیں گے:۔

کیا حکومت کلی سنجاوی میں واقع تین پرائمری سکولوں میں سے کسی ایک پرائمری

سکول میں چند اضافی کمرے تعمیر کر کے اسے مڈل کا درجہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے اگر جواب نفی میں ہے تو وجہ بتلائی جائے۔

وزیر تعلیم۔
آئندہ مالی سال میں حکومت ضلع کی سطح پر ایک پرائمری سکول کو میرٹ کی بنیاد پر جانچنے کے بعد مڈل کا درجہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے، ضلع لورالائی کے دوسرے پرائمری سکولوں کے درجہ کو مڈل تک بڑھانے کے لئے موصول شدہ تجاویز کے ساتھ کلی سنجاوی کے سکول کو بھی میرٹ کی بنیاد پر جانچا جائے گا۔ اگر یہ سکول میرٹ کی بنیاد پر پورا اترا تو اس کا درجہ مڈل تک بڑھایا جائے گا۔ اور مڈل کلاسز کے لئے اضافی کمرے بھی تعمیر کئے جائیں گے۔

بیگم رضیہ رب۔ (ضمنی سوال) جناب اسپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کب تک وہ میرٹ پر آئے گا اس کلی کے اسکول کے ساتھ انصاف کریں وہاں تین پرائمری اسکول ہیں کم از کم ایک کو تو مڈل اسکول بنایا جائے۔

وزیر تعلیم:۔ جناب والا! ہم دیکھیں گے کہ اس کے آس پاس نزدیک ہائی اسکول سنجاوی ہے کتنے پرائمری اسکول ہیں کتنے بچے ہیں ہم اس تعداد کو دیکھیں گے۔

نواب محمد اسلم رئیسانی:۔ (ضمنی سوال) جناب اسپیکر۔ وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرٹ کی بنیاد پر وہ اسکولوں کا درجہ تو بڑھاتے ہیں لیکن کیا انکو گرانٹ کی منظوری یا گرانٹ میں اضافہ اور دیگر سہولتیں حکومت دیتی ہے یا نہیں ؟

وزیر تعلیم:۔ جناب اسپیکر! چونکہ نواب صاحب یہ سوال نیا ہے اسکا جواب میں بعد میں دونگا۔

میر محمد صادق عمرانی۔ جناب اسپیکر۔ نواب صاحب نے جو سوال پوچھا ہے وزیر موصوف اسکے بارے میں ایوان کو مطمئن کریں اور اسکا جواب ضرور دیں۔

جناب اسپیکر۔ یہ تو دوسرا سوال ہے سپلیمنٹری نہیں

میر محمد صادق عمرانی۔ جناب اسپیکر! نواب صاحب نے سپلیمنٹری سوال کیا ہے وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ اس ایوان کے فلور پر دینگے۔

وزیر تعلیم:۔ جناب اسپیکر! چونکہ نواب صاحب تفصیلی جواب چاہتے ہیں میں ان سے کہونگا جب بھی کوئی ایسا سوال ہو ہم انکو تفصیل بتائیں گے یہ کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے ۔

میر محمد صادق عمرانی۔ جناب والا! اس سلسلے میں اگر لوئی

ہوا سیکینڈری سوال دریافت کرنا ہمارا حق بنتا ہے۔ میں آپکے توسط سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مڑونا صاحب یہ تفصیلی رپورٹ نواب صاحب کو کب تک دینگے ؟ یعنی ایوان میں کب تک پیش کرینگے ؟

جناب اسپیکر۔ ظاہر ہے جب اسکول اپ گریڈ ہوگا تو۔

وزیر تعلیم۔ تفصیل جب بھی آئیگی میں کھلے دل سے تفصیلی جواب دونگا۔

نواب محمد اسلم رئیسانی۔ جناب اسپیکر! میں چاہونگا کہ جواب اس معزز ایوان میں پیش کریں۔

وزیر تعلیم۔ جناب اسپیکر۔ تین دن بعد اس ایوان کے سامنے پیش کیا جائیگا۔

جناب اسپیکر۔ اگلا سوال۔

※ ۶۲۔ بیگم رضیہ رب۔

کیا وزیر تعلیم از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مڈل اسکول نوہلائی کی چاردیواری نہیں ہے اور اسکول ناپسندیدہ عناصر کی آمد و رفت کی گزرگاہ بن گیا ہے جس کی وجہ سے اساتذہ

اور طلبہ سخت پریشان ہیں

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکول کی چار دیواری تعمیر نے کا ارادہ رکھتی ہے۔ تاکہ اسکول کا تقدس برقرار رہے۔

وزیر تعلیم۔

(الف) یہ درست ہے کہ ماڈل ہائی سکول لورالائی کی چار دیواری نہیں ہے

(ب) اگر اس مد میں حکومت کی طرف سے محکمہ تعلیم کو مطلوبہ رقم مہیا کی گئی تو اس سکول کی چار دیواری تعمیر کی جائے گی۔

میر جان محمد خان جمالی۔ جناب وزیر موصوف نے اپنے جواب میں فرمایا ہے اگر اس مد میں حکومت کی طرف سے محکمہ تعلیم کو مطلوبہ رقم مہیا کی گئی تو اس سکول کی چار دیواری تعمیر کی جائے گی۔

وزیر تعلیم:۔ ہر محکمہ اپنے ڈیمانڈ محکمہ خزانہ کو دیتا ہے اور محکمہ فنانس سے مختلف مدات کے تحت ہر محکمہ کو رقومات دی جاتی ہے کچھ رقومات مرکز سے آتی ہیں اگر ہمارے پاس اس مد کے لئے رقم آئی تو چار دیواری کے لئے دینگے

میر جان محمد خان جمالی:۔ جناب والا! حکومت صرف فنانس ہے اور مولوی

صاحب اس مد میں آتے ہیں ۔

وزیر تعلیم:۔ تمام مطالبات محکمہ خزانہ کو بھیجتے ہیں جب وہ پیسہ دیں گے

تو ہم چار دیواری بنا دیں گے ۔

جناب اسپیکر:۔ اگلا سوال بھی بیگم رضیہ رب صاحبہ

***۶۳۔ بیگم رضیہ رب:۔**

کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ :

کیا حکومت ڈگری کالج لورالائی میں آج کے دور میں شعبہ شماریات جیسے خصوصی

اہمیت کے حامل مزید شعبے کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر جواب نفی میں ہے تو وجہ

بتلائی جائے ۔

وزیر تعلیم:۔

گورنمنٹ ڈگری کالج لورالائی میں مالی سال ۹۰-۱۹۸۹ء کے بجٹ میں شماریات

اور عمرانیات کے اساتذہ کی آسامیاں منظور ہو چکی ہیں ۔ اور یہ شعبے آئندہ مالی سال

سنہ ۱۹۸۹-۹۰ سے کھولے جا رہے ہیں۔

بیگم رضیہ رب ۔ (ضمنی سوال) یہ شعبے جو منظور ہو چکے ہیں اس کے لئے ملازمین کی تقرری کب عمل میں لائی جائے گی ؟

وزیر تعلیم :۔ آپکو انشاء اللہ تسلی دی ہے یہ شعبے کھولے جائیں گے ۔

نواب محمد اسلم رئیسانی :۔ جناب والا ! کیا ان شعبوں کے لئے نئی عمارات کی ضرورت ہو گی یا پرانی عمارات میں ہی کام کرتے رہیں گے ۔

وزیر تعلیم :۔ جناب اسپیکر ! جب شعبے کھل جائیں گے تو ان کے لئے عمارت بھی ہو جائے گی ۔ انشاء اللہ اسکا فیصلہ جلد از جلد کرینگے ہماری کوشش ہے کہ ہمارا یہ تجربہ کامیاب ہو جائے ۔ ہم انکے لئے کالج کھولیں گے ۔

بیگم رضیہ رب ۔ جناب اسپیکر ۔ اگر آپ مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت دیدیں اسکا مطلب یہ ہوا کہ میرے سوال کا جواب تشنہ رہ گیا ۔

جناب اسپیکر ۔ اگلا سوال ۔

٭ ۶۴۔ بیگم رضیہ رب۔

کیا وزیر تعلیم از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

کیا حکومت گرلز کالج لورالائی میں باٹنی اور ٹیچر کی کمی کو پورا کرنے کے سلسلے میں فوری اقدام کریگی۔

وزیر تعلیم:

گورنمنٹ گرلز کالج لورالائی میں باٹنی اور جسمانی تربیت کی تدریس کے لئے اساتذہ کی آسامیاں موجود ہیں اور ان آسامیوں کو پُر کرنے کے لئے بلوچستان پبلک سروس کمیشن موزوں امیدواروں کو تعینات کرنے کیلئے مشتہر کرچکا ہے۔

بیگم رضیہ رب: پبلک سروس کمیشن سے تو جب کبھی امیدوار حاصل ہوں کیا ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ جو باٹنی ٹیچرز گرلز کالج کوئٹہ میں ہیں ان کو وہاں پر تعینات کر دیا جائے کیا آپ ڈائریکٹر کا لجز کی کارکردگی سے مطمئن ہیں۔ کہ وہ کام صحیح کر رہے ہیں۔

وزیر تعلیم:۔ آپکی تجویز معقول ہے ہم جانچ پڑتال کرلیں گے۔ اور اگر ڈائریکٹر کیلئے آپ علیحدہ سوال کریں تو جواب دیدیں گے۔

بیگم رضیہ رب:۔ پبلک سروس کمیشن سے تو جب کوئی ٹیچر حاصل ہو یہاں پر پانچ

چھ سال سے بائی ٹیچر موجود ہیں اگر کچھ عرصہ کیلئے آپ وہاں بھیج دیں تو وہاں کے لوگ بھی مطمئن ہو جائیں گے اور بچیاں تعلیم حاصل کرلیں گی اور موجودہ ڈائریکٹر کا لج آٹھ سال سے ہیں ...

وزیر تعلیم:- آپکی تجویز معقول ہے آئندہ کریں گے۔ ہم اسکو دیکھ لیں گے۔

محمد صادق عمرانی:- جناب والا! کہا گیا ہے کہ موزوں امیدوار کا تقرر کریں گے موزوں کے لئے ان کے پاس کیا پیمانہ ہے؟

وزیر تعلیم:- جو اپنک ہے وہی ہے۔

میر محمد اختر مینگل:- جناب والا! میں ایک فوری مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جناب والا میں نے دو دن قبل اس ایوان میں مسئلہ پیش کیا تھا یعنی ۱۸ جون کو جو مسئلہ پیش کیا تھا اس کا ازالہ کرنے کی بجائے ۱۹ جون کو والبندین کے بھرے بازار میں امیر حمزہ اور محمد غوث بلوچ ان ہی ملیشا کے خونخوار درندوں کا نشانہ بنے تقریباً دالبندین کے بھرے بازار میں محمد غوث اور امیر حمزہ کو ملیشیا کے ایک صوبیدار سات سپاہی بحکم لفٹیننٹ کرنل شاہ احمد بلا کسی جواز وجہ کے زبردستی گاڑی میں ڈال کر اپنے کیمپ میں لے گئے۔

وہاں پرانہوں نے ظلم اور تشدد کی انتہا کر دی اور پھر بے ہوشی کے عالم میں مقامی انتظامیہ کے حوالے کر گئے - جو ابتک اس وقت تک دالبندین کے ہسپتال میں زیر علاج ہیں آج میں پھر صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ پھر مرکزی حکومت کو بتائے کہ مرکز اپنے ان بے لگام درندوں کو لگام دے اور ان واقعات کی تحقیقات کرائی جائے۔

جناب اسپیکر! میں یہ بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ بلوچستان کو صرف سب ڈویژن میں منتقل کیا کیا جائے جیساکہ ۱۹۵۸ء سے ہوتا چلا آیا ہے - اور وہاں عوام کو جینے کا حق دیا جائے یا تو وہاں کے عوام کو یہ بھی حق دیا جائے کہ وہ اپنی حفاظت خود کریں - جناب والا! اس کے ساتھ میں حکومت سے یہ بھی مطالبہ کرونگا کہ خضدار، سبی، نوشکی کی فوجی چھاؤنیوں کو کوئٹہ کے ہیڈ کوارٹر میں منتقل کیا جائے ان فوجی چھاؤنیوں سے جہاں سے روزمرہ شہریوں پر قہر نازل ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا ان کو کوئٹہ ہیڈ کوارٹر منتقل کیا جائے میں امید رکھتا ہوں کہ صوبائی حکومت اس سے جو پہلے واقعات ہوئے ہیں اور اب ہوئے ہیں ان کی تحقیقات کرائے گی اور اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائے گی - بلوچستان سبزیات -

نواب محمد اسلم رئیسانی:- جناب والا! دالبندین میں اس قسم کے واقعات ہوئے ہیں شاہراہوں پر ڈاکے پڑے لوگوں کی تلاشیاں لی گئیں - میں اس کی حمایت کرتا ہوں اور صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں اس مسئلہ کو مرکز کے ساتھ اٹھائے کہ آئندہ اس قسم کی واقعات دوبارہ نہ ہوں -

نواب محمد اکبر خان بگٹی: (قائد ایوان) جناب اسپیکر! دو دن پہلے معزز ممبر نے سوال پر اس بارے میں ہم نے کچھ تفصیل سے کہا تھا۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ ایسا واقعہ پیش آیا میں نے اس دن اتنا عرض کیا تھا۔ یہ فورس مرکزی حکومت کی بھرتی کی ہوئی ہے۔ اور مرکزی حکومت ہی کے زیر حکم ہے وہی انہیں تنخواہ دیتی ہے۔ مختلف جگہوں پر تعینات کئے ہوئے ہے اور اس سے اصل مقصد جو حاصل کیا جاتا ہے وہ ہے سرحدوں کا تحفظ اندرون ملک ان کی کارکردگی کیا ہے اب وہ اصل مقصد سے ہٹ کر ناجائز کاروبار کرتے ہیں۔ تو یہ مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ ان کو اس حرکت سے باز رکھے اس بارے میں وزیر اعظم صاحب سے پہلے بھی بات کی جاچکی ہے۔ اب بھی مرکزی حکومت سے ٹیلی فون پر بات کر رہے ہیں کل کے واقعہ کی تفصیلی رپورٹ ہمیں نہیں پہنچی تفصیلی رپورٹ میں اس لئے کہتا ہوں کہ دونوں طرف کی رپورٹ نہیں آئی صحیح طور پر مسئلے کو سمجھنے کیلئے رپورٹ کا آنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ اس کے لئے تھوڑا سا وقت لگے گا۔ امید ہے کہ آج شام تک تفصیلی رپورٹ مل جائے گی۔ چونکہ مرکز میں حکومت کسی دوسری پارٹی کی ہے اگر وہ ہمیں سوچی سمجھی اسکیم کے تحت مرعوب کرنا چاہتے ہیں تو وہ غلطی پر ہیں مرکز ابھی اس فورس کو اپنے ناجائز مقاصد کیلئے استعمال نہیں کرے گی ہمیں ابھی تک کوئی ثبوت نہیں ملا کہ یہ مرکز کے اشارہ پر ہو رہا ہے یا اس کی کوئی اور وجہ ہے۔ چھاؤنیوں کا ذکر کیا گیا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ تمام فورسز اور ڈیفنس فورس مرکزی حکومت کے ادارے ہیں یہ صوبائی لسٹ میں نہیں آتے ان کی بھرتی کنٹرول کمانڈ اور تنخواہیں وغیرہ مرکز کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ملک میں جہاں بھی سمجھا جاتا ہے ان کی چھاؤنیاں کھولتے

ہیں۔ اور مزید کھولی جاتی ہیں میں نہیں سمجھتا ہوں کہ صوبائی حکومت کا کوئی کنٹرول پہلے تھا نہ اب ہو سکتا ہے۔ ملک میں جہاں بھی ضرورت ہو جہاں بھی محسوس کیا جائے وہاں ان کی چھاؤنیاں کھولی جا سکتی ہیں۔ البتہ کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں کے عوام کیلئے تکلیف دہ بات ہو۔ ہم مرکزی حکومت سے اس مسئلہ کو ٹیک اپ کر سکتے ہیں۔ مگر یہ کہنا کہ یہ فورسز فلاں جگہ میں ہو فلاں جگہ میں نہ ہو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات کسی بھی صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتی ہے آپ فوج اور ملیشاء کو ایک کیٹگری میں نہ لیں فوج کا اور مقام ہے اس کی اور حیثیت ہے۔ ملیشیا وغیرہ کو نیم فوجی دستے کہا جاتا ہے۔ ان کے اختیارات کارکردگی اور دیگر متعلقہ فرائض فوج سے جدا ہیں۔ وہ ایک اور مقصد کیلئے بھرتی کئے جاتے ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل جدا حیثیت رکھتے ہیں دونوں مرکز کے ماتحت ہیں اور ان کی کارکردگی کیلئے ہمیں مرکز سے رجوع کرنا ہوگا ہم اب بھی رجوع کر رہے ہیں۔ جیساکہ میں نے پرسوں بھی کہا تھا کہ آئندہ ایسے واقعات نہیں ہونگے اور اس کی ہمیں امید بھی ہے لیکن دوبارہ ایک دن کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ پھر بھی اس کے باوجود ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے لوکل کمانڈرز اس واقعہ کا نوٹس لیں گے اور اپنی فورسز کو تنبیہہ کریں گے۔

میر محمد صادق عمرانی :- جناب والا! جس طرح ہمارے ایک معزز رکن نے والبندین کے واقعہ کا یہاں ذکر کیا ہے جو حقائق پر مبنی ہے ایسے واقعات قابل مذمت ہیں اور ہم ان کی تائید کرتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں پیپلز پارٹی کا شروع سے اور ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ صوبوں کو مکمل خودمختیاری دی اور ان کے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ ہم نے اور ہماری پارٹی نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے۔ جب بھی اور جس حصہ میں زیادتی ہوگی وہ

تنہا نہیں ہونگے۔ یہ ہم سب کا مسئلہ ہے میں قائد ایوان سے اپیل کرونگا کہ جس طرح انہوں نے خود فرمایا کہ ایک طرف کے واقعات ہمارے سامنے ہیں دوسری طرف کے واقعات بھی معلوم ہونا چاہیئں۔ لہذا اس سلسلے میں میں یہ کہونگا کہ ان واقعات کی تحقیقات ہائی کورٹ سے کرائی جائے۔ آیا کہیں ایسا تو نہیں کہ ایسی قوت یا عناصر اس صوبے میں سازشوں میں مصروف ہوں جو مرکز اور صوبوں میں نفاق پیدا کر رہے ہوں۔؟

جو یہ سمجھتے ہیں کہ قومی حکومت اور صوبائی حکومت کے درمیان تضادات پیدا کئے جائیں۔ ہم سمجھتے ہیں خطے کی بہتری یہ ہے کہ ہم اس خطے کے مفادات کیلئے حزب اختلاف اور حزب اقتدار یعنی ایوان کے دونوں بنچوں کے اراکین مل جل کر اس بلوچستان کی سرزمین کیلئے کام کریں اس سلسلے میں بلوچستان ہائی کورٹ کے ذریعے تحقیقات کرائی اور ایوان کے دونوں بنچوں پر مشتمل اراکین کی ایک کمیٹی مقرر کیجائے جو دالبندین اور جھاؤ میں جاکر اصل حقائق کا پس منظر اس ایوان کے سامنے پیش کریں۔

بیگم رضیہ رب:- (پوائنٹ آف آرڈر) جیسے کہ معزز رکن عمرانی صاحب نے اس واقعہ کی مذمت کی ہے میں بھی بلوچستان اسمبلی کی نمائندہ کی حیثیت سے اس کی پرزور مذمت کرتی ہوں۔ لیکن ساتھ ہی معزز قائد ایوان سے درخواست کرتی ہوں مرکز کے خلاف سب کچھ کہنے کے بعد کہا کہ جی ہمیں یقین نہیں ہے جب تک آپکو پورا یقین نہو پوری تحقیقات کے بعد مرکز پر الزام تراشی کیجئے۔

میر ہمایوں خان مری:- (وزیر مواصلات و تعمیرات) جناب اسپیکر۔ کافی لوگوں نے باتیں کیں لفظ ہم سے بھی نہ رہا گیا۔ جس طرح اختر مینگل صاحب نے

کہا ہمارے چیف منسٹر ہمارے بڑے ہیں انہوں نے کہا ہم بھی دیکھ رہے ہیں ہمیں ماضی یاد آرہا ہے ماضی سے میرا بھی تعلق ہے ۶۴، ۷۰، اور ۷۳، ۷۷ میں جو ہوا تھا مرکزی حکومت نے جس طرح کیا تھا یہ پورا خطہ جس سے میرا تعلق ہے آپ جا کر سارا علاقہ دیکھیں یہ سارا علاقہ قبرستان کی طرح صاف ہے اس لئے ہم کہتے ہیں "یاد ماضی عذاب ہے یارب۔ چھین لے مجھ سے حافظہ میرا"

میر صابر علی بلوچ۔ (پوائنٹ آف آرڈر) جناب اسپیکر تقریریں ہو رہی ہیں چیف منسٹر صاحب اور دوسرے ممبر صاحبان نے واضع کیا۔ کیا یہ کوئی ایڈجرنمنٹ موشن ہے یا کوئی اور موشن ہے کہ یہ تقریریں ہو رہی ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات۔ چونکہ ممبر صاحب لیٹ آئے اسلیئے انکو علم نہیں

میر محمد صادق عمرانی۔ (پوائنٹ آف آرڈر) جناب اسپیکر! اسکے لئے باقاعدہ تحریک پیش کرنی چاہیئے۔ یہ دوسرا واقعہ ہے کہ معزز رکن کھڑے ہو کر اس سلسلے میں بولے نہیں جب ہم بولنا چاہتے ہیں تو ہمیں بولنے کا موقع بھی نہیں دیتے۔ جناب والا! جس طریقے سے صبح تحریک التوائے میں نے آپکو دی اور آپ سے گذارش کی کہ تمام کاروائی کو روک کر اس مسئلہ کو پیش کیا جائے۔ اس واقعہ کو بھی تحریری طور پر ایوان کے سامنے لانا چاہیئے تھا میری تحریک آپکے ٹیبل پر ہے لیکن آپنے کچھ نہیں بتایا کہ اسکا کیا ہوا ہم اگر بات آپکے سامنے پیش کریں تو۔۔۔۔

جناب اسپیکر۔ ابھی بات تو ہو رہی تھی۔

میر محمد صادق عمرانی۔ جناب اسپیکر! ہم نے جو تحریک پیش کی ہے ٹھیک ہے اگر آپ نے مسترد کر دی ہے تو کم از کم اس ایوان میں رولنگ تو دیں کہ کن وجوہات کی بنا پر یہ مسترد کر دیگئی ہے۔

جناب اسپیکر۔ میں رولنگ دے دوں گا۔

میر محمد ہاشم شاہوانی۔ جناب اسپیکر۔ کیا آپ مجھے بولنے کی اجازت دینگے جناب والا! جس طریقے سے آج یہ مسئلہ پھر دہرایا گیا ہے۔ جو اختر مینگل صاحب نے کچھ روز قبل اس ایوان میں بیان کیا تھا۔ آج پھر ملیشیا فورس جس کی وضاحت اختر مینگل صاحب نے کی تھی اور اسکا جواب نواب صاحب نے فرمایا کہ یہ مرکزی حکومت کی فورس ہے تو کیا مرکزی حکومت کی فورسز ہماری صوبائی حکومت کے مسائل کو بڑھانا چاہتی ہیں؟ مرکزی حکومت نے اس قسم کی حرکت ۱۹۷۳ء میں بھی کی تھی جس کا جواب بلوچستان کے عوام نے دیا کیا صوبائی حکومت نے اس مداخلت پر احتجاج کیا ہے؟ اس وقت بھی بات آخر کار بغاوت تک پہنچی تھی اور اسکے نتیجہ میں مرکزی حکومت نے صوبائی حکومت کو برطرف کر دیا تھا اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ فوج نے مداخلت کی اور اس نے مرکزی حکومت کو بھی ختم کر دیا۔۔۔

بیگم رضیہ رب۔ جناب اسپیکر۔ معافی چاہتی ہوں۔

جناب اسپیکر۔ چونکہ یہ بات ہو گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے جواب دیدیا اس پر مزید بحث نہیں ہو سکتی۔

صادق عمرانی صاحب کی تحریک التواء پر میری رولنگ یہ ہے کہ وہ قواعد و ضوابط

کار کے رول نمبر ۱۷ کے تحت بجٹ پر عام بحث کے دنوں میں کوئی تحریک التوا پیش کرنے کی اجازت نہیں ہے اب ہم آتے ہیں بجٹ کے عام بحث پر۔

میر صادق علی عمرانی۔ (پوائنٹ آف آرڈر) جناب اسپیکر......

جناب اسپیکر۔ تشریف رکھیں۔کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔

میر محمد صادق عمرانی۔ جناب والا! یہ میرا حق ہے۔

جناب اسپیکر۔ میں نے رولنگ دیدی ہے۔

میر محمد صادق عمرانی۔ جناب اسپیکر۔میں نے جو تحریک التوا پیش کی تھی پہلے آپ اسے پڑھتے اسکے بعد اپنا فیصلہ دیتے میری تحریک التوا کا جہانتک تعلق ہے تو یہ ایک اہم نوعیت کا نازک مسئلہ ہے میں اسے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر۔ آپکی تحریک التوا کو میں نے اپنے چیمبر میں آپکے سامنے رول آؤٹ کیا تھا۔

میر محمد صادق عمرانی۔ جناب اسپیکر! آپنے اپنے چیمبر میں رول آؤٹ کردیا لیکن ہم مطمئن نہیں تھے۔آج کے اس مسئلہ پر ہم بولنا چاہتے ہیں۔یہ اہم نوعیت کا مسئلہ ہے ہزاروں لوگوں کے گھروں کا مسئلہ ہے ان پر ظلم کیا جارہا ہے۔

جناب اسپیکر۔ رول نمبر ۷۲۔(۱) کے تحت آپکی تحریک التوا رول آؤٹ کی گئی ہے

میر محمد صادق عمرانی۔ ہم آپکی رولنگ سے مطمئن نہیں ہیں۔

جناب اسپیکر۔ قواعد و انضباط کار کے قاعدہ نمبر ۱۲۷(۱) کے تحت بجٹ پر عام بحث کے دوران کوئی تحریک التوا اس ان میں پیش نہیں ہوسکتی۔

اب بجٹ بابت سال ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء پر عام بحث شروع ہوتی ہے۔

بحث کا آغاز ملک سرور خان کاکڑ صاحب کرینگے۔

بجٹ پر عام بحث

ملک محمد سرور خان کاکڑ۔ جناب اسپیکر۔۔۔

میر صابر علی بلوچ۔ جناب اسپیکر صاحب۔ہم نے آپ سے نہیں بلکہ سیکریٹری صاحب سے بات کی کہ بجٹ پر تقاریر کا پینل کس طرح بنائیں اسکے مطابق معمول کے مطابق اسٹارٹ سرور خان صاحب سے ہونا ہے۔

ملک محمد سرور خان کاکڑ۔ جناب والا! بجٹ پر بحث میں پہل کرنا تو اپوزیشن کا کام کہ پہلے وہ اظہار خیال کرتے اور ہم اس دوران کچھ کہنے کے قابل ہوں.....

میر صابر علی بلوچ۔ باہر تو آپ اپوزیشن میں ہوتے ہیں لیکن اندر آکر......

ملک محمد سرور خان کاکڑ۔ جناب اسپیکر۔ سب سے پہلے میں آپکا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ آپ نے نئے بجٹ پر عام بحث کیلئے آغاز کرنے کا اعزاز مجھے بخشا شکریہ

مسٹر محمد سرور خان کاکڑ۔ جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو میں محترم مولوی عصمت اللہ صاحب کو بحیثیت وزیر خزانہ دوسرا بجٹ پیش کرنے پر تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں مجھے

یقین ہے کہ اس بجٹ سے وہ تمام مقاصد حاصل کرتے میں بھی پورے مدد ملے گی جن کا وزیر موصوف ذکر کر چکے ہیں۔ اور میں بھی مولوی صاحب کی طرح دست بدعا ہوں کہ خدا کرے کہ یہ بجٹ عام آدمی کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی کا ضامن ہو۔ بجٹ صرف یہ کہ آنے والے مالی سال کی آمدنی اور اخراجات کا تخمینہ ہوتا ہے بلکہ کسی صوبائی یا مرکزی حکومت کے اقتصادی ترجیحات اور پالیسیوں کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے اگر ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو اقتصادی پہلو کے ساتھ ساتھ بجٹ کا اخلاقی پہلو بھی اہمیت کا حامل ہے اخلاقی پس منظر بجٹ اس مقدس امانت کو اپنے حق داروں اور مالکوں تک پہنچانے کا نام ہے جن کی آمدنی ٹیکس اور دوسرے وسائل کے ذریعے حکومت کو اپنے اختیارات کے بل بوتے منتقل ہوتی ہے ظاہر بات ہے یہ امانت صوبے کے عوام کی ملکیت ہے یہ ہم سب کا خصوصاً وزیر خزانہ کا امتحان ہے کہ ہم اس امانت کو اپنے اپنے مالکوں تک صحیح اور مکمل دیانتداری سے پہنچانے میں کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں۔ اس کا فیصلہ عوام کریں گے لیکن میں سمجھتا ہوں اگر ایک غیر متزلزل اور عزم صمیم موجود ہو تو اس مشکل امتحان میں سرخروئی اتنی مشکل بھی نہیں۔ بجٹ جیسے کہ آپ جانتے ہیں آمدنی اور اخراجات کے گوشواروں پر مکمل ہوتا ہے لیکن ان پریشان کن گوشواروں کے پس پردہ دراصل وہ پالیسیاں کارفرما ہوتی ہیں جو ایک طرف تو اخراجات کا تعین کرتی ہیں اور دوسری طرف وسائل کی فراہمی اور دستیابی کا فیصلہ اس لیئے یہ بجٹ یا کوئی اور اس کا تجزیہ آمدنی اور اخراجات ہی کے تجزیے سے ممکن اور مکمل ہو سکے گا۔

جناب اسپیکر۔ میں پہلے وسائل پر بات کرنا چاہونگا وسائل کی فراہمی کے سلسلے میں اس وقت جو صورتحال ہے وہ کسی بھی لحاظ سے حوصلہ افزا نہیں ہے میں اسے مایوس کن کہونگا موجودہ آئینی انتظامات کے تحت ایک صوبے کی حیثیت بالکل اس بچے جیسی ہے جو وسائل کے لئے والدین کا محتاج ہو لیکن پھر اتنا خودمختار بھی ہو کہ اپنی آزادی سے خرچ کر سکے مگر

ایک متضاد کیفیت ہے اگر وسائل کے سرچشمے مرکز کے مضبوط گرفت میں ہوں تو اخراجات کی آزادی ایک بے معنی بن جاتی ہے جب ہم اس سال کے بجٹ میں اپنے وسائل پر نظر ڈالتے ہیں تو کل آمدنی کا پندرہ فی صد حصہ صوبے کے اپنے وسائل سے آتا ہے اور باقی ۸۵ فی صد حصہ مرکز سے ایسی صورتحال میں ایسا بجٹ پیش کرنا جو صوبے کے غربت زدہ عوام کے خواہشات وضروریات اور ارمانوں کو منعکس کرسکے اور ان کے اچھے مستقبل کی ضمانت بن سکے جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا یہ اعداد وشمار مرکز کی طاقت کا اور مرکز کے ہاتھ میں اختیارات کے ارتکاز کا آسانی سے لگایا جاسکتا ہے میں سمجھتا ہوں یہ صورتحال ملکی استحکام باہمی اعتماد اور قومی یکجہتی کے روح کے خلاف ہے اگر مرکز من مانی پر اتر آئے تو صوبے کی حیثیت اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ میں تیرا چراغ ہوں جلائے جا بجھائے جا۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ یہ اداراتی بندوبست یعنی (Constitutional Arrangement) ایک قانون فطرت نہیں۔ اسکو جتنا آئینی راستوں سے تبدیل کیا جا سکے اتنا ہی یہ ملک کے لیئے نیک شگون ہوگا جناب والا! مرکز کی من مانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس سال مرکزی حکومت نے مالی خسارے کو پورا کرنے کے لیئے ۴۰۔۲۱ کروڑ روپے کی کمی کردی ہے میں سمجھتا ہوں یہ قطعاً قابل قبول نہیں ہے گوئی گیس پر سرچارج سے اس سال مرکزی حکومت کو پانچ ارب روپے کی آمدنی ہوگی اگر اس آمدنی کا صرف پندرہ فی صد حصہ حکومت بلوچستان کو دیا جائے تو ۸۸ کروڑ روپے کا خسارہ نہیں رہے گا مگر ان آئینی رکاوٹوں کے باوجود بھی وزیر اعلیٰ بلوچستان کا یہ مطالبہ انتہائی حقیقت پر مبنی ہے کہ گیس پر ترقیاتی سرچارج بلوچستان کے حوالے کردیا جائے تاکہ اس پسماندہ صوبے میں ترقی کا عمل تیز تر کیا جاسکے۔ ایک طرف تو مرکز اور صوبے میں تعلقات حوصلہ افزا نہیں ہیں تو صوبے کی طرف سے بھی وسائل میں اضافے کی مخلصانہ کوشش نظر نہیں آتی جس کے نتیجے میں خسارہ اور شدید ہوگیا اس حقیقت

سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ صدیوں کی پسماندگی اور غربت دور کرنے کیلئے ہمیں مزید وسائل ڈھونڈنے ہوں گے وقت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ صوبائی حکومت کو اب میدان عمل میں آنا چاہیئے اس سلسلے میں تجاویز پیش کرتا ہوں :۔

۱۔ اس سال لینڈ ریونیو کی مد میں صوبے کو صرف چالیس لاکھ روپے ملنے کا تخمینہ لگایا گیا ہے یہاں پر ہمیں مضحکہ خیز صورتحال کا سامنا ہے کیونکہ لینڈ ریونیو پر ایک کروڑ اسی لاکھ روپے خرچ ہوتے مزید براں یہ رقم آمدنی پچھلے سال کے مقابلے میں کم ہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ صدیوں کا فرسودہ نظام مالیہ کو ختم کر کے زرعی آمدنی کو ٹیکس کے تحت میں شامل کر لیا جائے بلوچستان میں خود کفالتی زرعی دور کا خاتمہ ہو چکا ہے اور ہم تجارتی زراعت کے دہلیز پر کھڑے ہیں سبزیاں فروٹ اور دیگر نقد آور فصلوں سے زمینداروں کو کروڑوں روپے کی آمدنی حاصل ہوتی ہے اس لیے اس آمدنی پر زرعی ٹیکس کا نفاذ کر دینا چاہیئے زمینوں کی بندوبست کرائی جائے تاکہ لوگ اپنی زمینوں کو آباد کر سکیں۔

۲۔ پراپرٹی ٹیکس سے صوبے کو سات مین کی آمدنی ہوتی ہے جو کسی بھی صورت میں حوصلہ افزا نہیں ہے عالیشان محل تیار ہو رہے ہیں بڑی بڑی مارکیٹیں۔ اشیائے تعیش سے آراستہ پیراستہ تعمیر ہو رہی ہیں۔ صنعت میں سرمایہ کاری کرنے کے بجائے اور بے روزگار لوگوں کو روزگار دینے کے بجائے سرمایہ جائیدادیں خریدنے میں صرف ہو رہا ہے لہذا میں تجویز پیش کرونگا کہ ان پر ٹیکس کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے۔

۳۔ اس وقت بلوچستان میں واحد صنعتی علاقہ حب انڈسٹریل ایریا ہے حکومت بلوچستان نے نجی سرمایہ کاروں کو تمام ممکنہ سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا مگر مقام افسوس ہے کہ حکومت بلوچستان کو حب انڈسٹریل ایریا سے ٹیکس کی صورت میں آمدنی صفر ہے۔ مزید براں مقامی لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع شاذونادر ملتے ہیں۔ ۸۵-۱۹۸۴ء

ہیں جب انڈسٹریل ایریا میں تقریباً ۲،۲ ارب مالیت کی اشیا بقول فیڈرل بیورو آف سٹیٹکس پیدا کی گئیں اور پچھلے چند سالوں میں یہ مالیت دوگنی ہو چکی ہے میں تجویز پیش کروں گا کہ ان تمام کارخانوں پر پیداوار کی مالیت کے تناسب سے بلوچستان ڈیولپمنٹ ٹیکس عائد کئے جائیں۔

۴۔ صوبہ بلوچستان معدنی دولت سے مالا مال ہے قدرت نے اس صوبے کو کرومائیٹ ماربل سوئی گیس کوئلہ جیسے نعمتوں سے نوازا ہے۔ سال بھر میں کروڑوں روپے مالیت ماربل نکلتا ہے یہ ماربل سارے پاکستان کی عالی شان بنگلوں کا زینت بنا ہوا ہے عرصہ دراز کے بعد کرومائیٹ نکلنا بھی شروع ہو چکا ہے نہ جانے اسے عام صورت میں کس منڈی میں فروخت کیا جاتا ہے صرف اس سال مرکزی حکومت کو گیس کے سرچارج سے پانچ ارب روپے کا تخمینہ لگایا گیا۔ اگر ان سب پر ترقیاتی سرچارج لگایا جائے تو بجٹ کا خسارہ کم از کم بلوچستان کیلئے ایک بے کار تصور رہے گا جناب اسپیکر مندرجہ بالا تجاویز کے علاوہ اور بھی ایریاز صوبائی وسائل میں اضافہ کے لئے جا سکتے ہیں۔ ضرورت اب اس امر کی ہے کہ ماہرین کی کمیٹی تشکیل دی جائے۔ تاکہ وہ ایک جامع رپورٹ صوبائی حکومت کو پیش کرے دوسری صوبائی اور مرکزی حکومت اور متعلق محکموں سے بھی راہنمائی اور مشورہ لیا جا سکتا ہے۔ بجٹ کا دوسرا پہلو جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں اخراجات کے اعداد و شمار سے تشکیل پاتا ہے یہ ایک اصول ہے جس کی نشاندہی کے لئے کسی ماہر اقتصادیات اور کسی ٹیکنوکریٹ کی ضرورت نہیں رہی۔ اگر ان وسائل کا ازالہ کسی دوسرے طریقے سے ممکن نہ ہو تو صرف ایک راستہ باقی رہتا ہے اور وہ یہ کہ اخراجات کو وسائل کی دستیابی سے ہم آہنگ کر دیا جائے یہی اصول ہے جو وسائل کی قلت سے نبرد آزما ہونے کیلئے ایک موثر ہتھیار کا کام دیتا ہے۔ اس اصول نے عام لوگوں کو یہ کہنے اور اس امر کرنے پر اکسایا ہے کہ چادر کے ساتھ ہی پاؤں پھیلاؤ اسی عام اور روزمرہ کے اصول کو ماہرین اقتصادیات علمی انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب وسائل کی قلت ہو تو

اخراجات کا ارتکاز ایسے سیکٹر میں کیا جائے۔ ایسے شعبے مخصوص کئے جائیں جس سے ملک یا صوبے کی پیداواری صلاحیتوں میں اضافہ ہو سکے اور اگر ایک طرف وسائل کم ہوں اور دوسری طرف ان کی تخصیص غیر پیداواری شعبوں میں زیادہ ہو تو اس اصول کی رو سے ترقی کا خواب شکل ہی سے شرمندہ تعبیر ہو سکے گا۔

جب ہم اس سال کے بجٹ پر نظر ڈالتے ہیں تو ۲۴ء۷ ارب روپے کے کل بجٹ میں ترقیاتی اخراجات کا حصہ ۲۰۵۷ ارب روپے ہے اس طرح کل ترقیاتی اخراجات کا حصہ اس بجٹ میں صرف ۳۵ فی صد ہے ترقی کے عمل کے ساتھ ساتھ انتظامیہ کے دائرہ کار کا وسیع ہونا ایک ناگزیر امر تو ہے لیکن یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ کیا انتظامی اخراجات کی وجہ سے ترقی کا وہ عمل متاثر تو نہیں ہوگا۔ جو اخراجات کا جواز مہیا کرتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر پالیسی کی تبدیلی وقت کی اہم ضرورت ہے موجودہ سال کے لئے رواں غیر ترقیاتی اخراجات کا تخمینہ ۲۸ء۴ ارب روپے ہیں جو پچھلے سال کے نظر ثانی شدہ رقم سے ۵۲ کروڑ روپے سے زیادہ ہے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کفائیت شعاری کے اقدامات کر کے ان اخراجات کو مزید کم کر کے اور وزیر اعلیٰ بلوچستان جناب نواب محمد اکبر خان بگٹی کی وضع کردہ حکمت عملی کے اصولوں سے ہم آہنگ کر دیا جاتا۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اگر بجٹ بنانے میں کچھ اور زیادہ محنت کر لی جاتی تو اس مد میں کافی بچت ہو سکتی تھی میں صرف ایک قسم کے اخراجات کی طرف اشارہ کرنا چاہونگا۔ اس کا نام اور ز (others) ہے اب جب تنخواہیں اور دوسرے تمام ضروری اخراجات کیلئے رقم مخصوص ہو جاتی ہے پھر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اورز یا دیگر کی نوبت کیوں اور کہاں سے آتی ہے تمام ڈیپارٹمنٹس کے دیگر اخراجات جمع کر کے تقریباً تیرہ کروڑ روپے بنتے ہیں اگر واقعی دیگر اخراجات ضروری ہیں تو پھر ہمیں یہ بتا دیا جائے کہ وہ کون سے اخراجات ہیں

ان کی تخفیص ہونی چاہیے۔ ان تیرہ کروڑ روپے کی اپورچونٹی کاسٹ (Opportunity Cost) میں ایک مثال دیتا ہوں اگر ایک ٹیوب ویل کی قیمت فرض کیا ہم پانچ لاکھ روپے مقرر کر لیں تو ان تیرہ کروڑ روپے میں ہم دو سو ساٹھ ٹیوب ویل لگا سکتے ہیں جس پر تقریباً تین ہزار افراد کو بالواسطہ روزگار کے مواقع مہیا ہو سکتے ہیں اس سے تقریباً پندرہ ایکڑ زمین زیر کاشت لائی جا سکتی ہے اور اسکی آمدنی کا اندازہ لگانا بھی کچھ مشکل نہیں ہے صرف ایس اینڈ جی اے ڈی میں اور نان اخراجات آٹھ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اس طرح ایک کروڑ روپے اور نئے مصرف لائے گئے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ کفایت شعاری کی کوششوں کو مزید بہتر کیا جانا چاہیے۔

جناب اسپیکر! میں ایک اہم مسئلہ کی طرف اس معزز ایوان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ادارتی رکاوٹوں (institutional arrangement) کی بجٹ سازی کے عمل میں عوامی نمائندوں کا عمل دخل تو ہے مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ ضروری ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ جمہوری ادارے پھلیں پھولیں تو اس کیلئے ضروری ہے۔ کہ پالیسی فیصلے کرنے میں عوامی نمائندے ایک بھرپور کردار ادا کریں۔ اس سلسلہ میں ایک اہم قدم اور پیش رفت فوری ترقیاتی پروگرام کا اجراء ہے۔ جس پر میں وزیراعلیٰ صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس پراسیس کا دائرہ عمل مزید وسیع ہونا چاہیے نہ صرف یہ کہ ترقیاتی پروگراموں کی نشاندہی میں عوامی نمائندوں کی شرکت لازمی ہونا چاہیئے۔ بلکہ رواں یا انتظامی اخراجات کے تعین میں بھی عوام کے نمائندوں کی آراء اور تجاویز شامل ہونی چاہئیں۔ میں یہ تجویز پیش کرنا چاہونگا کہ ماہرین اور عوامی نمائندوں کی ایک کمیٹی بناکر رواں اخراجات کی مکمل چھان بین ہونی چاہیئے۔ اگر ہم اس مد میں کفایت کر سکے تو اس سے نہ صرف یہ کہ مزید ترقیاتی پروگراموں پر عملدرآمد ممکن ہو سکے گا۔ بلکہ صوبائی بجٹ کے خسارے کو بھی ٹھیک کیا جا سکے گا ایک اہم نکتہ اس بجٹ میں جس

کو نظر انداز کیا گیا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ اس بجٹ میں اٹھاسی کروڑ روپے کا خسارہ دیا گیا ہے ۔ اس اس بارے میں نہ تو وزیر خزانہ کی تقریر میں اور نہ ہی بجٹ دستاویزات میں نشاندھی کی گئی ہے ۔ کہ یہ خسارہ پورا کرنے کیلئے کیا اقدامات زیر غور ہیں ۔ زیادہ سے زیادہ یہیں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہم مرکز کو بچانوے کروڑ روپے سود کی ادائیگی نہیں کریں گے ۔ اگرچہ اس سے خسارہ تو پورا ہو سکتا ہے ۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ لائحہ عمل قابل عمل نہیں ہے ۔ وہ اس طرح کہ مرکز ایک اور اٹھارہ کروڑ روپے کی گرانٹ کاٹ سکتا ہے ۔ جہاں تک سود کے حرام ہونے کا تعلق ہے ۔ اس کے بارے میں دو آراء نہیں ہو سکتیں ۔ مگر یہ ایک صوبائی مسئلہ ہے ۔ ہمارے بجٹ میں بھی سود کی آمدنی شامل ہے ۔ بجٹ کے گوشوارے میں سود کے عنوان کے تحت صوبائی حکومت کے ایک کروڑ روپے کی آمدنی کا تخمینہ لگایا گیا ہے ۔ مزید براں صوبائی حکومت کو بیرونی ممالک کے قرضوں پر سود دینا پڑتا ہے اور اس سال بھی ہم نے اپنی ترقیاتی اسکیموں پر عمل درآمد کیلئے ... بیس کروڑ روپے غیر ملکی امداد لی ہے ظاہر ہے کہ ادائیگی کے وقت ہمیں بھی سود دینا ہوگا ۔ میرے خیال میں ہمارے مولانا صاحب ایک طرف تو سود سے انکاری ہیں اور دوسری طرف سود کی آمدنی سے کاروبار چلانا چاہتے ہیں ۔ یہ کونسی شریعت ہے کونسا اسلامی اصول ہے مولانا صاحب مرکزی حکومت کو مورد الزام ٹھہرانا چاہتے ہیں ۔ اور دوسری طرف خود سود بھی وصول کر رہے ہیں ۔ بجٹ میں ایسی تجاویز بھی رکھی گئی ہیں جو بلوچستان کی ہمہ گیری ترقی پر گہرے اثرات مرتب کریں گی اس سال تعلیمی بیروزگاری سے نمٹنے کیلئے چار ہزار تین سو سولہ نئی آسامیاں پیدا کی گئی ہیں ۔ جو ہر لحاظ سے قابل تعریف ہیں پینے کے پانی کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے ۔ جو کہ عوام کے تکالیف اور مشکلات کو دور کرنے کی طرف ایک مثبت قدم ہے ۔

جناب والا ! اب میں ایوان کی توجہ صوبے کے دوسرے مسائل کی طرف بھی مبذول کرانا

چاہتا ہوں۔ جیسے کہ مجھ سے پہلے اس معزز ایوان کے کچھ ساتھیوں نے صوبے کے اہم معاملات کی جو باتیں کی ہیں میں اسکی پوری تائید کرتا ہوں۔ جو بلوچستان کی ہمہ گیر ترقی پر گہرے اثرات مرتب کریں اس سال تعلیم اور بیروزگاری سے نمٹنے کیلئے چار ہزار تین سو نئی آسامیاں پیدا کی گئی ہیں جو ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے پینے کے پانی کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے جو عوام کی تکالیف دور کرنے کی جانب ایک مثبت قدم ہے۔

جناب اسپیکر۔ اب میں تھوڑا سا دیگر مسائل کی طرف آتا ہوں۔ اور اس معزز ایوان کی توجہ ان کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلا اور اہم مسئلہ امن و امان کے متعلق ہے جیسے کہ میرے ساتھیوں نے بھی ذکر کیا اور اس موضوع پر باتیں کی ہیں میں انکی پوری تائید کرتا ہوں۔ جہاںتک چالیس کروڑ روپے کی رقم ہم صوبہ میں امن و امان پر خرچ کر رہے ہیں جناب والا! اگرچہ امن و امان کی حالت پہلے سے زیادہ بہتر ہو چکی ہے تاہم اس سلسلے میں مزید کوشش ہونی چاہیئے کیونکہ آجکل ملیشیا کے لوگوں سے عوام تنگ آچکے ہیں آخر ایک دن اسکا ایسا نتیجہ نکلے گا جو اچھا نہ ہوگا اور لوگ ملیشیا کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونگے لہذا میں ملیشیا کے بارے میں ایوان کی توجہ اور خصوصاً قائد ایوان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جناب والا! ۲۲ اپریل ۱۹۸۹ء کو پشین سے بیس میل دور مرغہ فقیر زئی کی طرف ملیشیا والوں نے وردی میں ہوکر بے دردی سے لوگوں کو لوٹنا شروع کیا انہوں نے انکی گھڑیاں چھین لیں کسی سے پیسے چھینے اور اس طرح ملیشیا کے چالیس پچاس سپاہیوں نے افغان مہاجر گل نئے ولد عصمت اللہ جو کہ پیچھے آرہا تھا جب انکو روکا گیا تو انہوں نے ملیشیا والوں سے مزاحمت کی جس کو ملیشیا والوں نے گولی مار کر قتل کر دیا اور اُنکے دو ساتھیوں کو زخمی کر دیا میرے خیال میں اس کے بعد لوگوں نے ملیشیا والوں کا پیچھا کیا اور اس طرح غزدن ملیشیا پوسٹ پہنچے وہاں ملیشیا کے میجر نے اس پوسٹ پر لوگوں سے کہا کہ یہ ہمارے بھگوڑے تھے لہذا ہم خود انکو سزا دینگے جناب والا! آپکو معلوم ہے انکو یعنی ملیشیا والوں کو ایک سال سزا دیتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہ یہ وردی

پہن کر لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیں یہ کونسا اخلاقی سسٹم یا جواز ہے کہ جن کو ہم اپنے ٹیکسوں سے تنخواہ دیتے ہیں وہ اپنے ہی لوگوں کو لوٹنا شروع کریں؟ جناب والا! پھر اس صوبے میں چوروں ڈاکوؤں قانون شکن عناصر کو کون پکڑے گا؟ - ایسی کونسی ایجنسی ہے - جیسے کہ میں نے بتایا یہ ملیشیا والے ورردیاں میں دن دھاڑے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں عوام کے پاس ہتھیار نہیں وہ کیا کر سکتے ہیں؟

جناب اسپیکر! حال ہی میں ہونے والا ایک واقعہ میں آپکو بتاتا ہوں برشور تو بہ کاکڑی روڈ پر ہر جگہ ملیشیاء والے کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں کو لوٹ رہے ہیں بغیر کسی جواز کے کیا صوبائی حکومت کو کوئی اختیار نہیں انکو روکنے کا؟ ایسی کوئی بات نہیں - ڈب خانوزئی چیک پوسٹ لگائی گئی ہے یہ پشین سے بارہ میل دور ہے آپ خود سوچیں تمام ضلع کیلئے لوگوں کو وہاں آٹا گھی وغیرہ لے جانا ہوتا ہے جبکہ یہ لوگ وہاں کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کی تلاشیاں لی جاتی ہیں لوگوں کو بے عزت کیا جاتا ہے سول آرمڈ فورسز کا کونسا طریق کار ہے کہ وہ لوگوں کو لوٹنا شروع کردیں یا انکو بے عزت کریں وقت آگیا ہے کہ تمام عوام اور شہریوں کے ساتھ انکو اخلاق کے ساتھ پیش آنا چاہیے بلکہ جو جائز کاروبار کر رہے ہیں انکے ساتھ بھی اخلاق سے پیش آنا چاہیئے یہاں جو شریف شہری ناجائز کاروبار میں ملوث نہیں انکو بھی مارا پیٹا جاتا ہے بلوچستان کے لوگ ملیشیا والوں سے تنگ آچکے ہیں یہ ہماری صوبائی حکومت کا فرض ہے کہ ان ملیشیا والوں کو ایسا کرنے سے روکے اور انہیں لگام دے۔

جناب اسپیکر دوسری بات میں قائد ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ تین دن قبل ہمارے پار لیویز والوں نے سرکاری بلڈوزر افغانستان پہنچادیا۔ جناب والا! - یہ ہماری بندوقیں کارتوس اور تنخواہ لے رہے ہیں اور انہوں نے سرکاری بلڈوزر افغانستان پہنچادیا ہے لہٰذا لیویز والوں کو روکیں لیویز والے ایسی حرکتیں کر رہے ہیں جناب والا! یہ تو ہماری صوبائی حکومت کے اختیار میں ہے جیسے میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ عوامی نمائندوں اور بیوروکریٹس پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اسکا تدارک کرنے پر غور کرے - جناب والا! اس پر ضرور غور کرنا چاہیئے۔

جناب اسپیکر۔ اب میں تعلیم کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں طلباء کے کمروں کے بارے میں کچھ مطالبات ہیں۔ صوبائی حکومت نے اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں کی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ تعلیمی ماحول کو پرسکون بنایا جائے اس مقصد کے حصول کیلئے تجویز کرتا ہوں کہ منتخب نمائندوں اور ماہرین تعلیم اور طلباء کے والدین پر مشتمل کمیٹی بنائی جائے تاکہ طلباء کی جو تکالیف ہیں اسکو دور کریں اور اسطرح تعلیمی ماحول کو بہتر بنایا جا سکے۔ جناب والا! پچھلے دنوں ہمارے تعلیمی ادارے کئی کئی مہینے بند رہے ہیں اور ہمارے طلباء کا قیمتی وقت ضائع ہوا اور وہ صحیح تعلیم حاصل نہیں کر سکے لہذا مسئلہ کو اولیت دی جائے اور ایک کمیٹی بنا کر اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے۔

جناب اسپیکر۔ وقفہ سوالات کے دوران ہمارے وزیر تعلیم صاحب سے پوچھا گیا تھا کہ ۲۷ دوسرے طلباء کے ایگزامینیشن ہال کو تبدیل کیا گیا یہ غیر قانونی ہے کیا یہ بات جائز ہے؟ جبکہ ہمارے مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ہم اور شریعت اور انصاف لاتے ہیں اور نقل اور غیرہ ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن اسکے برعکس انہوں نے ایگزامینیشن ہال کو تبدیل کیا جناب والا! یہ کوئی اسلامی قدم ہے؟ اگر ایسا ہے تو سارے لڑکوں کو نقل میں مدد دی جائے کیا وزیر تعلیم کا یہی فرض رہ گیا ہے کہ لڑکوں کو نقل میں مدد دی جائے لہذا میں وزیر اعلےٰ کی توجہ اسطرف مبذول کرنا چاہتا ہوں ہم خود ایسی بات کریں اور لڑکوں کے امتحانی مراکز تبدیل کریں تو پھر غریب لڑکے کہاں جائیں گے؟ اگر اسلام کی بات ہے تو ۲۷ لڑکوں کی سفارش کر رہے ہیں تو اسکی بجائے سب کو نقل کروائی جائے اور سب کو پاس کیا جائے یہ بری بات ہے کہ ہماری حکومت اس قسم کے کاروبار میں ملوث ہو جائے۔ جناب والا! صوبے کے مختلف کالجوں کے ہوسٹلوں میں لڑکوں کے داخلہ کا مسئلہ درپیش ہے معزز ایوان کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں مختلف اسٹوڈنٹس فیڈریشن ہیں ہوسٹلز میں کمروں کی الاٹمنٹ کا مسئلہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے یہ اختیار محکمہ تعلیم کی انتظامیہ اپنے ہاتھ میں لے مجھ سے چند طالب علم ملے انہوں نے مجھے کہا کہ ہم فیڈریشن کے اجلاسوں اور ہڑتالوں میں حصہ لیتے

ہیں اسلئے کہ ہم مجبور ہیں کیونکہ کسی بھی اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا ممبر بننے سے پہلے ہم سے حلف نامہ لیا جاتا ہے کہ کسی ہڑتال یا غلط کام میں ہمیں بلائیں گے تو انکی کال پر ہم جائیں گے یہ ایک بڑی بات ہے۔ لہذا میں وزیر تعلیم سے کہونگا کہ کالجز کے ہوسٹلز میں کمروں کی الاٹمنٹ کا معاملہ انتظامیہ اپنے ہاتھ میں لے۔ میں انکی توجہ اسطرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ میرٹ کی بنیاد پر کمروں کی الاٹمنٹ کی جائے اور یہ اختیار صرف اور صرف محکمہ تعلیم کو دی جائے اور یہ اختیار اسٹوڈنٹس فیڈریشنوں سے لیا جائے ورنہ تعلیمی ماحول کو بہتر نہیں بنایا جا سکتا۔

جناب اسپیکر۔ اسی طرح اساتذہ کی جو ہڑتال ہوئی ہے میں وزیر اعلیٰ صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں اور انکے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں جو اساتذہ قانون شکنی کر رہے ہیں اور قانون اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں وہ کسی مجبوری کے تحت ایسا کر رہے ہیں لہذا میں کہونگا بلوچستان جو پہلے ہی تعلیمی لحاظ سے بہت پسماندہ رہ گیا ہے ہڑتالوں کی وجہ سے ہماری یونیورسٹی بند رہی ہے۔ جناب والا! اگر یہ سلسلہ اب بھی جاری رہا جیسا کہ کافی عرصہ سے جاری ہے تو اس سے تعلیم متاثر ہوگی۔ میں عرض کرونگا کہ اساتذہ کو رہا کردیں۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر مذاکرات کریں اور ان کے مسائل حل کردیئے جائیں تاکہ وہ دوبارہ کام پر بھی آجائیں

جناب اسپیکر۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے جو عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی ہے وہ قابل تعریف ہے سارے ملک میں اور اس صوبے میں سب سے پہلے پہل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لہذا میں وزیر اعلیٰ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اس طرح ایک اور عرض میں یہ کرونگا کہ صوبے میں بندوبست اراضی نہیں ہوئی ہے لہذا بندوبست اراضی کی جائے تاکہ غریب زمینداروں کو پتہ چل سکے کہ جو وہ زمین کاشت کر رہے ہیں وہ انکی اپنی ہے تاکہ اس ملکیت سے وہ قرضہ حاصل کرسکیں جناب والا!

اسی طرح میں اپنے حلقے کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور چند ایک مسائل کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں میرے علاقے میں خانوزئی میں ایک بڑا ہائی اسکول ہے اس کو انٹر کالج کا درجہ

دیا جائے اس طرح سے ہمارے علاقے میں ایک علیحدہ انٹر کالج قائم کر دیا جائے۔

میرے علاقے میں ایک سڑک برشور قلعہ حاجی خان روڈ ہے جو کہ بیس میل ہے بارش اور برف کے دنوں بند ہو جاتی ہے اس طرح لوگوں کو آمد و رفت کی تکلیف کا سامنا ہوتا ہے میرا مطالبہ ہے کہ اس اے ڈی پی میں اس کے لئے پیسے رکھے جائیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ یہ بلیک ٹاپ ہو اور مکمل پختہ سڑک بن جائے بلکہ اس کے لئے کچھ پیسہ رکھ دیں تاکہ ہر موسم میں یہ سڑک استعمال کے قابل ہو سکے۔ اور لوگوں کو مشکلات در پیش نہ ہوں اس طرح وزیر اعلیٰ صاحب نے پشین گرلز ایلیمنٹری کالج کو کوئٹہ منتقل کرنے کا حکم دیا ہے پشین گرلز ایلیمنٹری کالج بہت عرصہ پہلے قائم کیا گیا تھا۔ میں نواب صاحب سے عرض کروں گا کہ وہاں پر بلڈنگ بھی ہے اور کافی عرصہ سے کالج بھی کام کر رہا ہے میری عرض یہ ہے کہ اس کالج کا درجہ بڑھایا جائے اور اس کالج کو وہاں رہنے دیا جائے تاکہ وہاں پر لڑکیوں کو تعلیم کی سہولتیں میسر آسکیں اور ہماری بچیاں تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوں اور ہم اپنی لڑکیوں کو تعلیم دلانے میں آگے سے جاسکیں۔ اور تعلیم دلانے میں کامیاب ہو جائیں۔ میری ایک اور عرض یہ ہے جو کہ پشین بائی پاس روڈ سے متعلق ہے اسکو بائی پاس کیا جائے ساڑھے چار میل کا ٹکڑا ہے اس پر زیادہ خرچ نہیں ہوگا اس روڈ پر کافی زیادہ رش ہے۔ اور وہاں مہاجرین کافی آئے ہوئے ہیں اس سڑک پر کافی بوجھ ہے بائی پاس بن جانے سے لوگوں کو کافی سہولت ہو جائے گی اور لوگوں کی پسماندگی دور ہو سکے گی۔

جناب والا! آخر میں اس معزز ایوان پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے قائد ایوان اسطرح سے محنت کرتے رہے تو اس پورے صوبے سے پسماندگی دور ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی میں تمام اراکین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری گزارشات کو تحمل سے سنا مجھے امید ہے حکومت میری ان تجاویز پر عمل درآمد کرے گی۔

پاکستان زندہ باد۔ (تالیاں)

جناب اسپیکر۔ اب ارجن داس بگٹی صاحب بجٹ پر عام بحث میں حصہ لیں گے

مسٹر ارجن داس بگٹی۔ جناب اسپیکر! بلوچستان کی صوبائی حکومت نے رواں مالی سال برائے ۹۰-۱۹۸۹ء کے لئے سات ارب چالیس کروڑ روپے کا بجٹ پیش کر دیا ہے بلوچستان کے بجٹ پر اگر نظر ڈالی جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو رقومات اور منصوبے اس بجٹ میں رکھے گئے ہیں یقیناً ان سے بلوچستان کے عوام کے کسی حد تک مسائل حل ہونگے یہ ایک واضع حقیقت ہے کہ بلوچستان کی ترقی میں صرف منصوبے اور رقومات کافی نہیں جب تک اس قسم کی منصوبوں پر صحیح عمل درآمد کرایا نہ جائے منصوبوں پر عمل کرنے کا مقصد صرف کاغذوں تک محدود نہیں اگر عمل درآمد صحیح طور پر یعنی بغیر کسی رشوت کے ہو تو تب کہا جا سکتا ہے کہ حکومت کا بجٹ کامیاب بجٹ ہے پچھلی حکومتوں نے بلوچستان میں ہزاروں منصوبوں پر عملدرآمد کرایا اسکول بنے ہسپتال بنے۔ سڑکیں بنائی گئیں۔ لیکن اگر ہم دیکھیں تو ان سے صحیح استفادہ نہیں ہو رہا۔ کیونکہ کام کا معیار تسلی بخش نہیں تھا۔ اسکولوں کے کھولنے کا دعوٰی کیا گیا اور اس وقت ہزاروں پرائمری اسکول کاغذوں پر موجود ہیں۔ کئی فارم اور پولٹری فارم ڈیری فارم کھولے گئے۔ کئی صنعتی منصوبے بنائے گئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ منصوبوں سے استفادہ نہیں ہو رہا۔ ان منصوبوں کو چلانے کے لئے کسی مزید رقم کی ضرورت نہیں۔ اور حکومت نے کوئی رقم نہیں رکھی۔ لیکن ان منصوبوں کو صحیح چلانے کے لئے بلوچستان کی تاریخ میں پہلی بار یہ منصوبے ترقیاتی پروگرام سے بغیر کسی رقم کے رکھے گئے ہیں۔ جس سے حکومت کا ارادہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے مقاصد صرف نئے منصوبے بنانا نہیں بلکہ آج تک جتنے منصوبے بن چکے ہیں۔ انہیں صحیح خطوط پر چلانا ہے اور اس کے لئے حکومت وقت اس کا اہل ہے کہ وہ اپنی حکومتی مشینری

کو استعمال کر کے اربوں روپے کے مفاد عامہ حاصل کر سکتی ہے اور یہ اربوں روپے بغیر کسی مزید رقم کے صرف کئے جائیں گے حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ سرکاری اداروں میں کمیشن کا رواج ختم کر دیا جائیگا۔ کمیشن ختم کرنے کا منصوبہ بھی بحیثیت منصوبہ کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں بغیر کوئی رقم کے رکھا گیا ہے۔ اگر حکومت ان اداروں کو صحیح طور پر چلانے کا ارادہ نہ رکھتی تو یہ منصوبے شامل نہ کئے جاتے۔ یہ کیوں شامل کئے گئے۔ اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ترقی صرف چند منصوبوں کے لئے رقم رکھ دینے کا نام نہیں یہی بات موجودہ حکومت کو پچھلی حکومتوں سے ممتاز رکھتی ہے۔

جناب وزیر اعلیٰ : نواب محمد اکبر خان بگٹی صاحب وزیر منصوبہ بندی و ترقیات بھی ہیں اور انہوں نے ترقیاتی بجٹ اپنی زیر نگرانی بنوایا۔ بجٹ بناتے وقت چند اصولوں کا بینہ نے بنائے ان رہنما اصولوں میں سب سے اہم چیز ہے وہ صرف ہمیں اپنی صوبائی بجٹ تک محدود نہیں رکھتی۔ بلکہ اس کا دائرہ کار مرکزی حکومت تک پہنچتا ہے۔ جب ہم ترقی کی بات کرتے ہیں تو صوبائی حکومت اکیلے اپنے بجٹ سے ترقی نہیں کر سکتی جب تک حکومت وقت میں یہ اہلیت نہ ہو کہ وہ اپنے حقوق کا تحفظ مرکزی حکومت سے نہ کرا سکے۔ ہم جو اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ صوبائی حکومت کی مرکزی حکومت سے کشیدگی ہے تو اس سے ہمارے چند دوست یا تو خوش ہو جاتے ہیں یا چند پریشان ہو جاتے ہوں لیکن اس میں پریشانی کی بات ہے اور نہ خوشی کی بات ہے۔ اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے اگر محترم جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنا لائحہ عمل تیار کیا ہے۔ تو ہم سب کو خواہ وہ کسی پارٹی سے بھی تعلق رکھتا ہو ایک بلوچستانی کی حیثیت سے ان کا ساتھ دینا ہوگا کیونکہ بلوچستان کی تاریخ میں پہلی بار قیادت ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں آئی ہے جو اپنے حقوق کے لئے مرکزی حکومت سے بغیر کسی جھجھک کے اور بغیر اپنی حکومت کے رہنے یا نہ رہنے کی پرواہ کئے بغیر بات کر سکتے ہیں۔ میں یہ سب باتیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہم اپنی بات

چیت اس بجٹ تک محدود نہ رکھیں۔ یہ بجٹ انسانوں کا بنایا ہوا ہے اس میں شاید کچھ ایسی کمی یا خامی ہو جو کسی کی نظر میں مناسب نہ ہو وہ کمی با آسانی دور کی جا سکتی ہے لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حکومت نے اپنے پورے لائحہ عمل کو ایک بجٹ کی شکل میں پیش کیا اور عام روایت سے ہٹ کر ایسے منصوبے شامل کئے جن کے لئے کوئی رقم درکار نہیں ہوگی۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم بجٹ میں الجھنے کی بجائے حکومت کے تمام عمل کی بات کریں۔ وزیر اعلیٰ کے چھ نکات سے اگر کسی کو اختلاف ہے تو اس کی بات کریں۔ اگر سرکاری دفاتر میں نا اہلی کو ختم کرنے کے سلسلے میں اگر کسی کو اختلاف ہو تو اس کی بات کریں۔ اگر انسداد رشوت ستانی کے خلاف کوئی اختلاف ہو تو اسکی بات کریں منصوبوں کے معیار کو بہتر کرنے سے کسی کو اختلاف ہے تو اسکی بات کریں۔ صوبے سے بے روزگاری ختم کرنے سے کسی کو اختلاف ہے تو اس کی بات کریں جناب اسپیکر! میں نہیں سمجھتا کہ اس معزز ایوان کے کسی معزز رکن کو ان باتوں سے اختلاف ہو کیونکہ جناب اسپیکر صاحب عوام کی بات جب آتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ باتیں عوام کے دلوں کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اب جو ساڑھے گیارہ سال کے طویل تعطل کے بعد ہمیں ایک بار پھر جمہوریت نصیب ہوئی ہے وہ جمہوریت جو معاشرے کے نظام فکر و احساس اور طرز عمل میں تبدیلی پیدا کر کے صبر برداشت وسیع النظری اور رواداری جیسے مثبت رویوں کو جنم دیتی ہے جمہوریت وہ سیاسی نظام ہے جو انسان کے بنیادی حقوق اور شخصی آزادیوں کا معقول حد تک تعین کرتا ہے اور انہیں تحفظ فراہم کرتا ہے۔

معزز سپیکر صاحب ابھی تو راستے کا انتخاب ہوا ہے ابھی تو سفر کا آغاز ہوا ہے یقیناً بہت بہت کام ہونگے تاریخ کے دھندلکوں میں اگر ہم دیکھیں تو صوبہ بلوچستان پر یہ پسماندگی صدیوں سے محیط ہے بلوچستان رقبہ کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے یہاں کی زیادہ تر آبادی دور دراز کے علاقوں میں رہتی ہے ان علاقوں میں ہمیں بخوبی علم ہے کہ فراہمی آب کے لئے مسائل ہیں اور بلوچستان کے عوام کی امنگوں پر پورا اترتا ہے۔ ہم سے اپنے عوام کی نیک

توقعات وابستہ ہیں عوام کے ان مسائل کے پیش نظر موجودہ حکومت نے بلوچستان کے وزیراعلیٰ جناب نواب محمد اکبر خان بگٹی کی قیادت میں عوام کی بہبود کے لیے کچھ ٹھوس اقدامات کیے ہیں جن کے نتائج نکلنا شروع ہو گئے ہیں۔ بلوچستان کے بجٹ پر سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ محدود ذرائع اور رقم کے باوجود ایک اچھا بجٹ ہے بلوچستان کا یہ بجٹ ہر لحاظ سے آئیڈیل بجٹ ہے اور پوری توقع ہے کہ صوبے کے عوام اس بجٹ سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے۔ محدود ذرائع آمدنی اور وسائل کے ہوتے ہوئے اتنا اچھا بجٹ پیش کرنا یقیناً قابل مبارکباد ہے جس پر بلوچستان کے عوام اور میرے بلوچستان کے پوری ہندو برادری کی طرف سے اس معزز ہاؤس کے معزز قائد کو اور اپنی حکومت کے وزیر خزانہ جناب محترم مولوی عصمت اللہ صاحب کو اور باقی رفقاء کار کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! آخر میں یہ بھی ضرور کہونگا کہ کسی وجہ سے کسی ممبر کی خواہش کے مطابق اگر ان کے مفاد کی کوئی اسکیم شامل نہ ہو سکی ہو تو یا اس وجہ سے کہ وہ ممبر حکومت کے علاوہ کسی اور پارٹی سے تعلق رکھتا ہو تو ہمیں بلوچستان کی وسیع تر مفاد کے تحت وزیر اعلیٰ سے اپنی اسکیمات شامل کرانے کیلئے خود بات کرنی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اتنا وسیع القلب انسان اپنے معزز رکن کی معقول خواہشات کا احترام نہ کریں بلوچستان کی موجودہ حالات کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنے باہمی اختلاف سے ہٹ کر بات کریں اور صوبے کے غریب عوام جو صدیوں سے غربت کی چکی میں پس رہے ہیں ان کی بہتری کے لئے حکومت سے مل کر کچھ عملی اقدامات کریں۔

جناب اسپیکر تھوڑی دیر پہلے ہمارے ایک فاضل ممبر نے دالبندین کا ذکر کیا تھا۔ اور اس ہاؤس کے توسط سے اس کا ذکر کیا تھا میں بلوچستانی ہونے کے ناطے اس واقعہ کی مذمت کرتا ہوں اور میں یقین سے کہونگا کہ ہمارے اسمبلی کے جتنے ممبران ہیں وہ اس قسم کے واقعات کی مذمت کریں گے ہمارے معزز ممبر اسلم رئیسانی اور صادق عمرانی صاحب نے بھی اس واقعہ کی مذمت

کی ہے اور ہمیں فخر ہے کہ ہمارے قائد ایوان نے بھی اس واقعہ کو افسوس ناک قرار دیا ہے میں اس ہاؤس کے توسط سے یہ سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی باتیں نہیں دہرائی جائیں گی۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر۔ اسمبلی کے سامنے اب مزید کوئی کارروائی نہیں ہے۔ لہٰذا اجلاس کل صبح دس بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے (اسمبلی کا اجلاس گیارہ بجکر پچاس منٹ پر مورخہ ۲۱ جون ۱۹۸۹ء (چہارشنبہ) صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی ہو گیا۔

(گورنمنٹ پریس کوئٹہ نمبر ۳۹۲ ۱-۹۰ تعداد ۲۰۰ بک)